ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۳۱ جنوری ۱۹۵۸ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

میرے بکھرے ہوئے تاثرات

از جناب شمس الرحمن صاحب گیمز ٹیچر پاکستان ماڈل ہائی سکول لائل پور

بچپن سے جن علماء کے سامنے زانوئے ادب ٹیک کر مجھے تلمذ کا شرف ملا ہے۔ وہ سب حضرت شیخ العرب والعجم کے شاگرد رہے ہیں۔ وہ کبھی کبھی اثناء درس میں حضرت مرحوم مولانا مدنی کے متعلق ایسی باتیں سناتے جو حضرت کی ملاقات کی دعوت دے کر ایک جذبہ اور ایک حیرت کا باعث بن جاتیں۔

یہ ایک طویل اور نہ ختم ہونے والی داستان ہے۔ کہ میں (جبکہ حالات بالکل ناموافق اور ناسازگار تھے) دارالعلوم جیسی متبرک جگہ کے دیکھنے سے مشرف ہوا۔ اگر میری ذاتی رائے پوچھی جائے تو میں اسے حضرت مدنی مرحوم کی کرامت کا نتیجہ سمجھتا ہوں۔

جولائی ۱۹۵۶ء کو جب میں دارالعلوم دیوبند پہنچا۔ اس وقت حضرت شیخ مرحوم مدینہ منورہ میں تشریف فرما تھے۔ اور ابھی تشریف نہیں لائے تھے۔ دس بارہ دن کے بعد ان کی آمد کی اطلاع آئی۔ چھوٹے بڑے طلباء سب کی رگوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ اور بڑی دلچسپی اور محبت سے ایک شاندار استقبال کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔

میں ان کی یہ تیاری ایک معمہ سمجھتا تھا۔ کیونکہ میں ان کو بھی اُن طلباء دین پہ قیاس کرتا تھا۔ جو حصول دین کے ساتھ ساتھ اصول اور نظم و نسق حسن معاشرہ اور بلند سیرت اور دینی کردار اور گفتار کو خیرباد کہنے کے عادی ہوتے ہیں۔ لیکن جب اُن کا استقبال دیکھنے کا وقت آیا۔ تو اُن میں ایک سیاسی شعور اور اسلامی جذبہ اور مجاہدانہ قوت نظر آئی۔ جو کبھی ایسے ماحول میں نہیں دیکھی تھی۔

رات کو نماز عشاء کے بعد حضرت مرحوم نے دیوبند میں قدم رکھا۔ ان سے یہ میری پہلی ملاقات تھی۔ جب ان پر میری نگاہ پڑی، تو میں تعجب اور حیرت کے سمندر میں غوطے کھانے لگا۔ کہ یہ وہ ہستی ہے۔ جس کے بارے میں عجیب عجیب باتیں سننے میں آئی تھیں۔ مجھے تو اس وقت کچھ ایسا محسوس ہو رہا تھا۔ کہ یہ ایک سیدھے سادے صحابی ہیں۔ جو آج کل کے جدید معاشرے اور نئی روشنی کے ماحول سے بالکل بے خبر ہیں۔ اس تاثر کے ساتھ ساتھ آنسو کے چند قطرات بھی زیادہ مسرت کی بناء پر بہہ پڑے۔ جس کو اپنے رومال سے کئی دفعہ پونچھنے کے باوجود میں نہ روک سکا۔ اور اُس کی جیت کو ماننا پڑا۔

وُہ رات گزری جیسی بھی گزری اُس کے متعلق میں قلم کو تکلیف دینا گوارا نہیں کرتا۔ تاکہ اصل مقصد میں خلل نہ آنے پائے۔

دوسرے دن مولانا مدنی رح نے ایک جلسہ استقبالیہ میں تقریر فرمائی۔ جو میرے لیے سونے پر سہاگے کا کام دے گئی۔ بعض صوفیاء کرام سے سنا تھا۔ کہ اہل اللہ کی پہچان کی بڑی نشانی یہ ہے۔ کہ اس کی صحبت سے خدا یاد آتا ہے۔ اور دُنیا سے توجہ منقطع ہو کر آخرت کی طرف ایک قلبی رجحان پیدا ہوتا ہے۔ یہ بات میرے لیے صداء بصحراء کی مانند ثابت ہوئی تھی۔ لیکن اُن کو دیکھ کر اس کی بھی تصدیق ہو گئی۔ اور میں بلا مبالغہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں۔ کہ میں پہلی نگاہ سے ان کی ولایت کا اعتقاد راسخ اپنے اندر محسوس کرنے لگا ؎

نگاہیں کاملوں پر پڑ ہی جاتی ہیں زمانے کی
کہیں چھپتا ہے اکبر پھول پتوں میں نہاں ہو کر

اس کے بعد ہر روز بخاری شریف کے درس میں زیادہ تر میری توجہ کتاب سے منقطع ہو کر حضرت رح پر ہوتی۔ اور ہر حدیث کے لیے میں عامل کی تلاش میں اپنے ذہنی گھوڑے کو دوڑاتا۔ میری ذہنی سلطنت کے بادشاہ کا ایلچی یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتا۔ کہ یہ صرف وہی ایک محدث ہیں۔ جو ہر حدیث کو پڑھانے سے پہلے عمل میں لانے کی کوشش کرتے ہیں ؎

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

اگر کسی وقت حضرت شیخ مرحوم کے مہمان خانہ میں جانے کا اتفاق ہوتا۔ تو وہاں جا کر ایک عجیب منظر دیکھنے میں آتا۔ مختلف قسم کے مہمان ہوتے۔ درویش و ملنگ۔ امیر و غریب، علماء اور صوفیاء حتیٰ کہ بعض اوقات ہندو اور سکھ بھی دیکھے جاتے۔ اور دسترخوان کی سادگی سے سنت نبویؐ کی یاد تازہ ہو جاتی۔ حضرت شیخ العرب والعجم رح کو اللہ جل شانہٗ نے تمام وہ اوصاف (جن کو اپنا کر قابل رشک بننا پڑتا ہے۔) عطاء کیے تھے۔ ان کے حصے میں سمندر جیسی سخاوت، پہاڑ جیسی استقامت، اور زمین جیسی عاجزی اور شیر جیسی شجاعت آئی تھی۔ بڑی بڑی مصیبتیں آئیں مگر خندہ پیشانی سے برداشت کیں ؎

پختہ طبعوں پر حوادث کا نہیں ہوتا اثر
کوہساروں پر نشانِ نقش پا ہوتا نہیں

اُن کے ہاں زندگی عیش و آرام کا نام نہیں تھا۔ اُن میں اسلاف کا خون تھا۔ اپنی زندگی میں انہوں نے وہ دشوار گزار راستے طے کیے تھے۔ جو محتاج بیان نہیں۔

شریعت اور طریقت خدمت اور سیاست جیسے اوصاف ان کے سامنے زانو ادب ٹیک کر سیکھے جاتے تھے۔ وہ اگر عالم دین تھے تو دوسری طرف ایک مجاہد اعظم تھے، وہ ایک چٹان تھے۔ جو وادی میں گونا گون سیلابوں سے ہٹنا باعث ننگ سمجھتی ہے۔

انہوں نے دشمنوں کے متعلق بھی سوء ظن اختیار نہیں کیا۔ بلکہ دعاؤں میں انہیں یاد کر کے رسول پاکؐ کے اسوۂ حسنہ کو حتی المقدور نہ جانے دیا۔

ایک دفعہ دارالحدیث میں طلباء کرام نے حضرت مرحوم پر بہت زور دے کر بدعتیوں کے حق میں کلمۂ کفر کہلوانا چاہا۔ اور حجت بازی سے کام لے کر کہنے لگے۔ کہ جب وہ ہمیں کافر کہنے سے باز نہیں آتے تو ہم کیوں نہ کہیں۔ حضرت رح نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ ہمارے اکابر نے آج تک اس کلمہ سے بڑی حد تک گریز کیا۔ تو ہم بھی ان کے نقش قدم پر چل کر کہنے کی جرأت نہیں کرتے۔ اور نہ یہ ہماری ذمہ داری ہے۔

میں نے بہت سے علماء کرام اور صوفیاء عظام کو جانچا ہے۔ لیکن حضرت شیخ رح دل کے اعتبار سے بہت ہی پاکیزہ، علم کے اعتبار سے بہت ہی گہرے، اخلاق کے اعتبار سے بہت ہی اونچے پائے۔ اور یہ اخلاق ہی ہے۔ جس کی وجہ سے انسان تنزل کی بجائے عروج کی منازل طے کرتا ہے۔ اور ایک بلند مقام پر پہنچ جاتا ہے ؎

ہوتے سیرت سے ہیں مردانِ دلاور ممتاز
ورنہ صورت میں تو کچھ کم نہیں شہباز سے چیل

میں حضرت مرحوم کی زبان سے بار بار یہ

باقی صفحہ ۱۹ پر

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۳ | ۱۰ رجب المرجب ۱۳۷۷ھ مطابق ۳۱ جنوری ۱۹۵۸ء | شمارہ ۴/۵

مدنی نمبر

مدنیؒ نمبر کے متعلق ہم نے اعلان کیا تھا۔ کہ اس کی ضخامت چالیس صفحات اور قیمت آٹھ آنے (۸/) ہوگی ضخامت چالیس کی بجائے چوالیس صفحات ہو گئی۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ قیمت بھی دس آنے کر دی جاتی۔ لیکن ہم نے یہ مناسب نہ سمجھا۔ اس کے علاوہ خریداران کو حسب دستور سابق یہ پرچہ چندہ میں دیا گیا۔ وزن زیادہ ہو جانے کے باعث ایک پیسہ کی بجائے دو پیسہ کا ٹکٹ لگانا پڑا۔ پھر ڈاک والوں کی دستبرد سے پرچہ کو بچانے کے لئے بیرونِ لاہور ہر خریدار کو پرچہ بذریعہ رجسٹری بھیجا گیا۔ جہاں دو تین خریدار آپس میں تعلق رکھنے والے تھے۔ ان کے پرچے اکھٹے رجسٹری کئے گئے۔ چٹ پر زائد پرچوں کے خریداروں کے نام لکھ دیئے گئے۔ اس طرح خریداروں کو پرچہ شاید دیر سے ملا ہوگا۔ اور اُن کو ممکن ہے کچھ تکلیف بھی ہوئی ہو۔ لیکن یہ سب کچھ مجبُورًا کرنا پڑا۔ لاہور کے خریداروں کو اخبار فروشوں۔ اپنے دوست احباب یا دفتر کے عملہ کے ذریعہ پرچہ پہنچانے کی کوشش کی گئی۔ لیکن بعض جگہ باوجود کوشش کے ہم نہ پہنچا سکے۔ اس لئے جن حضرات کو پرچہ نہ ملا ہو۔ ان سے ہم درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ دفتر سے منگوا لیں۔

ظاہر ہے کہ ایک پیسہ کا ٹکٹ اور رجسٹری کا خرچ کُل سوا چار آنے ہمیں زائد خرچ کرنے پڑے۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ہمیں اتنے کے ٹکٹ بھیج دیئے جائیں۔ ورنہ ہم میعاد خریداری میں سے ایک ہفتہ گھٹانے میں حق بجانب ہوں گے۔

جن کو دو تین پرچے اکھٹے بھیجے گئے۔ وُہ مل کر یا ان میں سے ایک دوست سوا چار آنے بھیج دے۔ ہم اپنے خریداروں سے زائد از چندہ ایک پیسہ بھی مانگنے کے روا دار نہیں۔ لیکن اس دفعہ ان کی سہولت کے پیشِ نظر زائد خرچ کی وجہ سے ہم اس مطالبہ میں حق بجانب ہیں۔ ان میں کسی کا ذاتی فائدہ نہیں ہے۔ بلکہ ایک قومی ادارہ کو نقصان سے بچانا ہے۔ اور خلوص نیت سے اس میں حصّہ لینے والے یقیناً مستحق ثواب ہوں گے۔

مدنیؒ نمبر میں بعض حضرات کے مضامین شائع نہ ہو سکے۔ ان میں سے بعض تو آئے ہی دیر سے۔ بعض کی وقت پر کتابت نہ ہو سکی۔ اور بعض جگہ کی قلت کی وجہ سے رہ گئے۔ یہ سب مضامین اس شمارہ میں ہدیۂ قارئین کرام کئے جا رہے ہیں۔ کیونکہ اس شمارہ میں بھی اکثر مضامین حضرتؒ ہی کے متعلق ہیں۔ اس لئے مدنیؒ نمبر کا ضمیمہ کہا جائے تو بیجا نہ ہو گا۔

جمہوریہ اسلامیہ پاکستان کو

اندرونِ ملک قانون کا احترام کرانے اور بیرونِ ملک باوقار جگہ حاصل کرنے کیلئے شمشیر و سناں کی ضرورت ہے۔ اسے طاؤس و رباب میں پھنسا کر تباہ و برباد نہ کریں۔

اسلامی بلاک کی ضرورت

اس وقت عالمی سیاسیات میں دو بڑے بلاک ہیں۔ ایک طرف امریکہ برطانیہ اور ان کے حلیف ہیں اور دوسری طرف روس اور ان کے ہمنوا ممالک۔ دنیا کے تمام چھوٹے بڑے ملک ان دونوں بلاکوں میں سے ایک نہ ایک سے وابستہ ہیں موجودہ دور میں کوئی ملک غیر جانبدار نہیں رہ سکتا۔ غیر جانبداری کا دعوےٰ کرنے والے ممالک اپنے آپ کو اور دوسروں کو فریب دیتے ہیں۔

ان دونوں بلاکوں کی ریشہ دوانیوں سے دُنیا کا امن تباہ ہو چکا ہے۔ ہر مُلک میں فتنہ و فساد برپا ہے۔ ہلاکت آفرین ہتھیاروں کی ایجاد میں دونوں بلاک ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اگر یہ کوشش اسی طرح جاری رہی تو دُنیا تھوڑے ہی عرصہ میں تباہ ہو جائے گی۔ اس تباہی سے دنیا کو بچانے کے لیئے اس وقت اسلامی بلاک کی اشد ضرورت ہے۔ تاکہ اسلام کا امن و سلامتی کا پیغام دنیا کے کونہ کونہ میں پہنچایا جا سکے۔ افراد اور چھوٹی چھوٹی جماعتیں تو یہ کام اب بھی کر رہی ہیں۔ لیکن ضرورت ہے کہ اسلامی ممالک کی حکومتیں اسلامی بلاک بنا کر اس کام کو زیادہ مؤثر طریقہ سے کریں۔ [اسـ]لامی ممالک کی آپس میں سر پھٹول اس راستہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ پہلے اس کو دُور کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر مسلمان حکمران آپس میں جھگڑتے رہیں تو وہ دُوسروں کو امن سلامتی کا پیغام کس طرح دے سکتے ہیں۔



خطبہ یوم الجمعۃ ۳ رجب ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۴ جنوری ۱۹۵۸ء

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور

(۱) اللہ تعالیٰ کی اصطلاح میں کامیاب کون ہیں اور کامیابی کا صلہ

(۲) اللہ تعالیٰ کی اصطلاح میں ناکام کون ہیں اور ناکامی میں ذلت

برادران اسلام۔ آج کل کامیابی اور ناکامی کے الفاظ آپ اکثر لوگوں کی زبان سے سنتے ہوں گے۔ یہ دونوں الفاظ مختلف موقعوں پر مختلف معنوں میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ مثلاً فلاں لڑکا میٹرک کے امتحان میں کامیاب ہو گیا ہے۔ فلاں ناکام ہوا ہے۔ فلاں لڑکا بی اے کے امتحان میں کامیاب ہو گیا ہے۔ فلاں ناکام ہوا ہے۔ فلاں شخص ملازمت کی تلاش میں کامیاب ہو گیا ہے۔ فلاں ناکام ہوا ہے۔ فلاں تاجر کامیاب ہے اور فلاں ناکام ہے اسی طرح

انسان کا فرض ہے

کہ اپنے متعلق بھی غور کرے۔ کہ میری زندگی کامیابی کی لائن پر جا رہی ہے۔ یا ناکامی کی لائن پر۔ اس غور و فکر کا نتیجہ یہ نکلے گا۔ کہ اگر انسان اپنی زندگی کی گاڑی کی لائن بدلنا چاہے تو بدل سکتا ہے۔ اگر خدا نخواستہ دنیا کی زندگی میں لائن نہ بدلی تو مرنے کے بعد ہرگز بدلی نہیں جائے گی۔ مرنے کے بعد اس کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ کہ دنیا میں جو غلط اور مہلک راستہ اختیار کیا تھا۔ اس کے مہلک نتائج بھگتتا رہے۔ اللھم لا تجعلنا منھم

انسان کی زندگی کا مرکزی نقطہ جس پر انسانی زندگی کی کامیابی اور ناکامی کو پرکھا جائے۔

وہ نقطہ اللہ تعالےٰ کے ایک ارشاد میں مذکور ہے۔

(وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ) سورہ الذٰریٰت رکوع ۳ پ ۲۷۔ ترجمہ۔ اور میں نے جن اور انسانوں کو جو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لئے

حاصل

یہ نکلا کہ انسان کی زندگی کا مقصد اللہ تعالےٰ کی یاد ہے۔ اب اسی معیار پر انسان کی کامیابی اور ناکامی کا مدار ہوگا۔ کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کے احکام کی پابندی کرتا ہے۔ وہ توصحیح معنی میں کہدو۔ یا اصلی اور کھرا کہدو اللہ کا بندہ ہے۔ اور جو اپنے خالق اور مالک کے احکام کی تعمیل نہیں کرتا۔ وہ اللہ تعالےٰ کا بندہ کہلانے کا حقدار ہی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے کامیاب زندگی والے بندوں کی صفتیں

(وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَّإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا) سورۃ الفرقان رکوع ۶ پ ۱۹۔ ترجمہ اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر دبے پاؤں چلتے ہیں۔ اور جب ان سے بے سمجھ لوگ بات کریں تو کہتے ہیں۔ سلام ہے

تفسیر

یعنی اللہ کے بندے وہ ہیں۔ جن کی چال ڈھال سے تواضع۔ متانت اور بے تکلفی ٹپکتی ہے۔ متکبروں کی طرح زمین پر اکڑ کر نہیں چلتے۔ اور بے ادب بیہودہ گو لوگوں کی بات کا جواب عفو اور درگزر کرنے سے دیتے ہیں۔ جب کوئی ان سے بے ادبی سے گفتگو کرے تو ملائم بات کہہ کر الگ ہو جاتے ہیں۔ کہ بھائی جو تمہارا دل چاہے کہہ لو۔ مگر ہماری طرف سے امن میں رہ۔ ہم تم پر کوئی نقطہ چینی نہیں کرینگے۔

صفتوں کی تفصیل

پہلی اور دوسری

حاصل یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی دو صفتیں ذکر کی گئی ہیں۔ تواضع اور بے ادبوں۔ بیہودہ لوگوں سے تُو تُو میں میں نہ کرنا (وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا) سورہ الفرقان رکوع ۶ پ ۱۹۔ ترجمہ اور وہ لوگ جو اپنے رب کے سامنے سجدہ میں اور کھڑے ہو کر رات گزارتے ہیں۔

تفسیر

یعنی جن کو جب غافل بندے نیند میں آرام سے سوئے ہوئے ہوتے ہیں تو یہ اللہ تعالےٰ کے حضور میں کھڑے اور سجدہ میں پڑے ہوئے گزارتے ہیں۔

تیسری

اس آیت میں اللہ تعالےٰ کے مقبول بندوں کی ایک صفت بیان کی گئی ہے۔ وہ یہ کہ رات کو نماز تہجد ادا کرتے ہیں۔

(وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ق إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا) سورہ الفرقان۔ رکوع ۶ پ ۱۹۔ ترجمہ اور وہ لوگ جو کہتے ہیں اے رب ہمارے ہم سے دوزخ کا عذاب دور کر دے۔ بیشک اس کا عذاب پوری تباہی ہے۔

تفسیر

باوجود اتنی عبادت کرنے کے اللہ تعالیٰ کا اتنا ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے مقام یعنی دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں۔

چوتھی

اللہ تعالیٰ کے خوف سے راتوں کو اُٹھ اُٹھ دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگتے ہیں۔ (وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا) سورہ الفرقان۔ رکوع ۶ پ ۱۹۔ ترجمہ۔ اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں۔ تو فضول خرچی نہیں کرتے اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ ان دونوں کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے۔

تفسیر

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی صفتوں میں دو صفتیں یہ بھی ہیں کہ خرچ کرنے کے موقعہ پر فضول خرچی نہیں کرتے۔ مثلاً بیٹے کی شادی کا موقعہ ہے۔ اس موقعہ پر باجے نہیں بجاتے۔ جن کا بجانا شرعاً حرام ہے۔ اگر اس خرچ کے حرام ہونے کی تفصیل معلوم کرنی ہو تو اس گنہگار (احمد علی) کا رسالہ (شہادۃ التحاریر علیٰ حرمۃ المزامیر) انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ کے دفتر سے ایک آنہ کا ٹکٹ بھیج کر منگوا کر پڑھ لیں جس پر دیوبندی۔ بریلوی۔ اہل حدیث ہر فرقہ کے علماء کرام کی تصدیق موجود ہے۔ یا مثلاً برات کے جاتے وقت آتشبازی کے گولے چھوڑنا۔ یہ گولے جب پھٹتے ہیں ایسے معلوم ہوتا ہے۔ جیسے بم کا گولہ پھٹا۔ یا مثلاً دولہا کو گھوڑی پر چڑھا کر جب برات روانہ ہوتی ہے تو راستہ میں پیسوں اور ٹکوں کی نام و نمود کی خاطر سوٹ کرتے جاتے ہیں۔ یعنی پھینکتے جاتے ہیں بھائی اگر اس خوشی کے موقعہ پر کچھ نقد خیرات کرنی ہے تو مساکین مثلاً بیوگان یتامیٰ یا لولے لنگڑوں کو جو کمانے کے قابل نہیں ہیں۔ ان کو ہاتھ میں چپکے سے دے دو۔ اور جس طرح یہ دنیا دار پھینکتے ہیں۔ اس میں نام و نمود مطلوب ہوتا ہے۔ جسے اصطلاح شرع میں ریا کہا جاتا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریا کو چھوٹا شرک فرمایا ہے۔

اور بجا خرچ کرنیکے موقعہ پر تنگی کرنا

یہ چیز بھی اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی صفت کے خلاف ہے۔ مثلاً باوجود معقول آمدنی ہونے کے صبح کا کھانا بھی دفتر جانے سے پہلے کسی ہوٹل سے کھا گئے اور شام کا کھانا بھی خود کسی ہوٹل سے حسب منشا کھا لیا اور چونکہ بیوی سے ناراض ہیں۔ اس لئے اسے دکھ دینے کے لئے صبح کو چار آنے بیوی کو سالن کے لئے دے گئے۔ اور کہہ گئے کہ دال پکا لینا اور اگر پیسے کم ہوں تو تنور سے پکی پکائی دال منگوا لینا اور گزارہ کر لینا۔ اس طرح پر باوجود توفیق ہونے کے بال بچوں کو دکھ دینے والے انسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں شریف نہیں سمجھے جاتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے (خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ) ترجمہ۔ تم میں سے بھلا کہو یا شریف کہو۔ وہ ہے۔ جس کا سلوک اپنے بال بچوں سے اچھا ہو۔

با اخلاق انسان کی پہچان

یہ یاد رہے با اخلاق انسان وہ ہے جس کا سلوک اپنے سے کمزور انسانوں کے ساتھ اچھا ہو۔ آپ نے یہ تماشا دیکھا ہوگا۔ چونکہ قلندر کے ہاتھ میں ایک موٹا سا ڈنڈا ہوتا ہے۔ پھر دیکھئے کہ ریچھ قلندر کے حکم کی کس طرح ادب سے تعمیل کرتا ہے۔ اور چاروں طرف کے لوگوں کو سلامیں کرتا ہے۔ اسی طرح اگر آپ نے اپنے افسر کو جی حضور کہہ دیا یا جناب والا کے مہذب الفاظ سے خطاب کر لیا۔ اس سے آپ کی شرافت طبعی کا پتہ نہیں چل سکتا۔ آپ کے افسر کے ہاتھ میں چونکہ حکومت کا ڈنڈا ہے۔ اس لئے زبان سے جی حضور نکل رہا ہے۔ آپ کی شرافت کا پتہ آپ کے ماتحتوں کے سلوک۔ آپ کے نوکروں سے سلوک۔ آپ کے بیوی بچوں کے سلوک سے لگ سکتا ہے۔

پانچویں اور چھٹی

مذکورۃ الصدر آیت میں اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی دو صفتیں اور ذکر کی گئی ہیں۔ (وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ یَلْقَ اَثَامًا) سورہ الفرقان۔ رکوع ۶ پ ۱۹ ترجمہ اور وہ جو اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور اس شخص کو ناحق قتل نہیں کرتے جسے اللہ نے حرام کر دیا ہے اور زنا نہیں کرتے اور جس شخص نے یہ کیا۔ وہ گناہ میں جا پڑا۔

تفسیر

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی ایک یہ صفت بھی ہے کہ جب انہوں نے کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھا۔ اس کے بعد اپنی ہر حاجت میں امداد و اعانت کے لئے فقط ایک اللہ جل شانہٗ ہی کو پکارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کسی کو حاجت روا مانتے ہیں اور نہ کسی کو حاجت روائی کے لئے پکارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا باقی سب مخلوقات کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق سمجھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا باقی سب اللہ تعالیٰ کے ہی محتاج ہیں اور سب حضرات خود اسی کی بارگاہ میں اپنی حاجت روائی کے لئے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ خواہ انبیائے علیہم السلام ہوں یا اولیائے کرام ہوں۔ ایک مثال خیال فرمایئے

حضرت ابراہیم علیہ السلام

انبیاء علیہم السلام میں سے حضرت ابراہیم بہت بڑے بلند پایہ کے پیغمبر ہیں۔ ان کا بیان قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے۔ اس سے آپ اندازہ لگا لیں کہ انبیاء علیہم السلام کا اللہ تعالیٰ سے کس قسم کا تعلق ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں۔ (اَلَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَھُوَ یَھْدِیْنِ o وَالَّذِیْ ھُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ o وَاِذَا مَرِضْتُ فَھُوَ یَشْفِیْنِ o وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ o وَالَّذِیْٓ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ o رَبِّ ھَبْ لِیْ حُکْمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ o) سورہ الشعراء رکوع ۵ پ ۱۹۔ ترجمہ (اللہ وہ ہے) جس نے مجھے پیدا کیا۔ پھر وہی مجھے راہ دکھاتا ہے اور وہ جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے اور وہ جو مجھے مارے گا پھر زندہ کرے گا اور وہ جو مجھے امید ہے کہ میرے گناہ قیامت کے دن مجھے بخش دے گا۔ اے میرے رب مجھے کمال علم عطا فرما اور مجھے نیکوں کے ساتھ شامل کر

ہر مسلمان کا فرض ہے

کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیان کے آئینے میں اپنے اعتقادات کو اللہ تعالےٰ سے درست کر لے۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ بہت سے مسلمان اللہ والوں سے حُسنِ عقیدت رکھتے ہوئے بھی غلط خیالات اپنے ذہن میں لئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک اور اس کے مقبول بندوں کے ساتھ وُہ عقیدت رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جو بارگاہ الٰہی میں ہمیں مقبول ومحبوب بنا دے۔ خدا نخواستہ ایسا نہ ہو کہ ہم اپنے بزرگوں سے حُسنِ رکھنے میں عیسائیوں کی طرح غلط راستہ پر پڑ جائیں۔ وما علینا الا البلاغ

ساتویں آٹھویں نویں

مذکورۃ الصدر آیت میں اللہ تعالےٰ کے مقبول بندوں کی تین صفتیں اور ذکر کی گئی ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کو نہیں پکارتے۔ کسی بے گناہ کو قتل نہیں کرتے اور زنا نہیں کرتے (وَالَّذِیْنَ لَا یَشْھَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝) سورہ الفرقان رکوع ۶ پ ۱۹ ۔ ترجمہ:۔ اور جو بیہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے اور جب بیہودہ باتوں کے پاس سے گزریں تو شریفانہ طور سے گزرتے ہیں۔

تفسیر

یعنی نہ تو جھوٹ بولتے ہیں۔ نہ جھوٹی گواہی دیتے ہیں۔ نہ بُرے کاموں میں اور نہ گناہ کی مجلسوں میں شامل ہوتے ہیں۔ بلکہ ادھر سے گزرنے کا اتفاق ہو۔ تو چُپ چاپ شریفانہ طور پر گزر جاتے ہیں مثلاً رنڈی کا ناچ ہو رہا تھا۔ وہاں سے ان کا گزر ہُوا۔ نہ اس مجلس میں بیٹھیں گے اور نہ کھڑے ہو کر گانا سُنیں گے۔ کہ چلو بھئی پیسے تو خرچ نہیں کرنے پڑیں گے۔ تھوڑی دیر مُفت کی تفریح طبع ہی کرلیں۔

دسویں اور گیارھویں

نہ تو جھُوٹ بولتے ہیں اور نہ ہی بیہودہ کاموں میں شریک ہوتے ہیں۔ (وَالَّذِیْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّھِمْ لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْھَا صُمًّا وَّعُمْیَانًا ۝) سورہ الفرقان رکوع ۶ پ ۱۹ ترجمہ:۔ اور جب انہیں ان کے رب کی آیتوں سے سمجھایا جاتا ہے تو ان پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گرتے۔

تفسیر

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کو جب اللہ تعالیٰ کے قرآن مجید کی آیتیں سُنائی جائیں۔ تو بڑی توجہ سے سُنتے ہیں۔ اور ان میں غور کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں ان آیات میں کس کس چیز کی تعلیم دی ہے۔

بارھویں

اس آیت میں اللہ تعالےٰ کی مقبول بندوں کی ایک صفت بیان کی گئی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی آیتوں کو بڑے گہرے غور سے سُنتے ہیں اور ان کے مطالب سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ (وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ۝) سورہ الفرقان۔ رکوع ۶ پارہ ۱۹ ۔ ترجمہ اور وہ جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا

تفسیر

یعنی ہمیں ایسے بیوی بچے عنایت فرما جنہیں دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی اور دل خوش ہو۔ یہ بالکل ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالےٰ کے مقبول بندوں کا دل اسی وقت ٹھنڈا ہوگا۔ جب اپنے اہل و عیال کو نیکی کے راستہ پر گامزن اور للّٰہی علم کی تحصیل میں مشغول پائیں گے۔ اللہ والوں کی اس آیت میں دوسری دُعا یہ ذکر کی گئی ہے کہ ہمیں ایسا بنا دے کہ لوگ ہماری تابعداری کرکے متقی بن جائیں۔

تیرھویں اور چودھویں

اس آیت میں اللہ تعالےٰ کے مقبول بندوں کی دو صفتیں اور بیان کی گئی ہیں۔ اپنے اہل و عیال کے لئے صلاحیت اور نیکوکاری کی دُعا اور پرہیزگاری کے اعلےٰ مقام پر پہنچنے کی استدعا کہ لوگ ہمیں دیکھ کر اور ہمارا اتباع کرکے پرہیزگار بن جائیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیکو کاروں کی قدردانی کے اعلانات

پہلا (اِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝) سورۃ التوبہ رکوع ۱۵ پارہ ۱۱ ۔ ترجمہ بیشک اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

دُوسرا

(وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ) سورہ البقرہ رکوع ۲۴ ۔ پ ۲ ترجمہ اور نیکی کرو بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

تیسرا

(وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝) سورہ العنکبوت رکوع ۷ پ ۲۱ ۔ ترجمہ:۔ بے شک اللہ نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔

چودہ صفات سے متصف ہونے والوں کی جزاءِ خیر کا ذکر

شاہنشاہ حقیقی عز اسمہٗ وجل مجدہ کے ان تین اعلانات کی بنا پر گزشتہ چودہ صفتوں سے متصف ہونے والے حضرات کی جزاء خیر کا اعلان

(اُولٰٓئِكَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَیُلَقَّوْنَ فِیْهَا تَحِیَّةً وَّسَلٰمًا ۝ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝) سورہ الفرقان رکوع ۶ پ ۱۹ ۔ ترجمہ:۔ یہی لوگ ہیں۔ جنہیں ان کے صبر کے بدلہ میں جنت کے بالاخانے دیئے جائیں گے۔ اور ان کا وہاں دُعا اور سلام سے استقبال کیا جائے گا۔ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔ ٹھہرنے اور رہنے کی خوب جگہ ہے۔

ناکامیاب انسانوں کی زندگی کا نصب العین

(زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ وَالْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝) سورہ آل عمران۔ رکوع ۲ پ ۳ ۔ ترجمہ:۔ لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے فریفتہ کیا ہُوا ہے۔ جیسے عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے۔ اور نشان کئے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی یہ دُنیا کی زندگی کا فائدہ ہے۔ اور اللہ ہی کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔

حاصل

یہ ہے کہ مذکورۃ الصدر چیزوں میں مشغول رہنے اور انہیں کے ذریعہ سے دنیا کی زندگی کا لطف اُٹھانے کا نصب العین جس نے بنا

لیا۔ وہ مرتے دم تک انہیں میں منہمک رہے گا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا۔ کہ اس کی آخرت کی زندگی برباد ہو جائے گی۔ مرنے کے بعد بجائے عزت کے ذلت اور بجائے راحت کے رنج اور بجائے آرام کے دکھ اٹھائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کے دروازے کو چھوڑ کر جن کو مقصود بالذات بنایا تھا۔ وہ سب غدار نکلے۔ ان میں سے ایک بھی اس تنہائی میں ساتھ نہیں آیا اب آنکھ کھلے گی۔ اب دست حسرت ملنے سے کیا ہو سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

پہلا

مرد کے لئے عورت ایک بڑے خطرے کی چیز ہے

عَنْ اُسَامَۃَ بْنِ زَیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا تَرَکْتُ بَعْدِیْ فِتْنَۃً اَضَرَّ عَلَی الرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ (متفق)

ترجمہ:۔ اسامہ بن زید سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے اپنے بعد مردوں کے لئے کوئی مصنت فتنہ عورتوں سے بڑھ کر نہیں چھوڑا۔

دوسرا

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الدُّنْیَا حُلْوَۃٌ خَضِرَۃٌ وَاِنَّ اللّٰہَ مُسْتَخْلِفُکُمْ فِیْھَا فَیَنْظُرُ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ فَاتَّقُوا الدُّنْیَا وَاتَّقُوا النِّسَآءَ فَاِنَّ اَوَّلَ فِتْنَۃِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ کَانَتْ فِی النِّسَآءِ (رواہ مسلم)۔ ترجمہ ابی سعید سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دنیا میٹھی ہے سبز ہے۔ اور بیشک اللہ تمہیں اس کا نظام سپرد کرنے والا ہے۔ پھر دیکھے گا تم کیا کرتے ہو۔ پس اللہ سے ڈرو اور عورتوں سے بچو پس تحقیق بنی اسرائیل میں پہلا فتنہ عورتوں کے ذریعہ ہی سے پڑا تھا۔

حضور انورؐ کے دونوں ارشادات کا حاصل

یہ ہے کہ مرد کے لئے عورت بڑے خطرے کی چیز ہے۔ اگر اس کے ذریعہ سے خدا تعالےٰ کو راضی کرنا چاہے اور اس کی معیت میں بہشت میں جانا چاہے تو بہشت میں پہنچانے کے لئے بھی یہ بہترین معین ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کی رہنمائی سے بے نیاز ہو کر عورت ہی کو مقصود بالذات بنا لے تو ٹھیک دوزخ میں بھی عورت ہی پہنچانے کے لئے کافی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے گزشتہ آیت میں خواہشات نفسانی کی مد میں سب سے پہلے عورت کو رکھا ہے۔

علیٰ ھذا القیاس

انسان کو اولاد کی محبت بھی اللہ تعالیٰ کے دربار سے ہٹا دیتی ہے۔ انسان یہ چاہتا ہے کہ اولاد کی بہتری ہو جائے۔ خواہ اللہ ناراض ہی کیوں نہ ہو جائے۔ مثلاً تقسیم ملک سے پہلے مسلمانوں نے اپنے بچوں کو انگریز کی تحویل میں دیا۔ جس نے بچوں کو کلمہ تک نہ سکھایا اور بی اے تک جا پہنچایا۔ حق پرست علماء کرام باواز بلند مسلمانوں کو کہتے رہے کہ بچوں کی کچھ دینی تعلیم کا بھی انتظام کرو۔ ورنہ یہ اسلام سے بے بہرہ ہو جائیں گے۔ بلکہ اسلام کے مخالف اور انگریز کی تہذیب تمدن اور معاشرت کے دلدادہ ہوں گے۔ مسلمانوں کا نظریہ یہ تھا کہ انگریز کی تعلیم پا کر نوکری تو مل ہی جائے گی۔ اب دیکھ لیجئے کہ اکثر نوجوان مسلمان انگریزی دانوں میں اسلام سے نفرت پائی جاتی ہے اور انگریز کی تہذیب و تمدن کے دلدادہ بلکہ اس پر فریفتہ نظر آتے ہیں۔ اسلام کا نام لینے والوں پر پھبتیاں اڑاتے ہیں اور اسلام کی تبلیغ کرنے والے علماء کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

نوجوان کی بے دینی میں سب سے بڑے مجرم

اس کے ماں باپ ہیں۔ چنانچہ یہ اسلام سے بے بہرہ نوجوان قیامت کے دن ماں باپ پر لعنتیں بھیجے گا۔ یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْھُھُمْ فِی النَّارِ یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰہَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَکُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا ۝ رَبَّنَآ اٰتِھِمْ ضِعْفَیْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْھُمْ لَعْنًا کَبِیْرًا ۝)

سورہ الاحزاب رکوع ۸ پ ۲۲۔ ترجمہ۔ جس دن ان کے منہ آگ میں الٹ دیئے جائیں گے کہیں گے اے کاش ہم نے اللہ اور رسول کا کہا مانا ہوتا اور کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کا کہا مانا۔ سو انہوں نے ہمیں گمراہ کیا۔ اے ہمارے رب انہیں دگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر

سرداروں اور بڑوں سے

مراد نمبر اول ماں باپ ہی تو ہیں۔ جنہوں نے باہمی مشورہ کر کے یہ سکیم بنائی تھی کہ اگر بیٹے نے دین نہ سیکھا اور دیندار نہ بھی ہوا۔ پھر بھی ڈگری حاصل کر کے تنخواہ تو معقول لے ہی آئے گا۔

اتمام حجت ہو رہا ہے

برادران اسلام میری ان معروضات کو معمولی سمجھ کر ٹال نہ دو۔ بلکہ سوچو کہ قرآن مجید کی روشنی میں آپ سے کیا کہا جا رہا ہے بچوں کی تعلیم میں اصلاح کرو۔ اگر سکولوں اور کالجوں میں دینیات کا انتظام نہیں ہے تو آپ کا فرض ہے کہ سکول سے فارغ ہونے کے بعد جب بچہ آئے تو کسی عالم دین کے پاس اسے بھیجو۔ تاکہ اسلام سے بھی بقدر ضرورت واقفیت حاصل ہوتی جائے ورنہ آپ لوگ قیامت کے دن یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ اے اللہ ہمیں تو تیرے اسلام کی تعلیم کی ضرورت اور اہمیت کا علم ہی نہیں تھا۔ فقط یہی نہیں بلکہ بفضلہ تعالےٰ اکثر شہروں اور قصبات میں بھی ایسے حضرات پائے جاتے ہیں جو یہی پیغام مسلمانوں کو پہنچا رہے ہیں۔

تیسری چیز مال کی محبت

سورہ آل عمران کی مذکورۃ الصدر آیت میں نمبر تین پر اللہ تعالیٰ نے مال کی محبت کا ذکر فرمایا ہے کہ مال کی محبت بھی انسان کو راہ راست سے ہٹا دیتی ہے۔ اور وہ اس راستہ پر چل نکلتا ہے۔ جو اسے آخرت میں ناکامیاب بنا دے

فرمان خداوندی بالکل ٹھیک ہے

(کَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰٓی ۝ اَنْ رَّاٰہُ اسْتَغْنٰی ۝) سورہ العلق پارہ ۳۰۔ ترجمہ۔ ہرگز نہیں بے شک آدمی سرکش ہو جاتا ہے جبکہ اپنے آپ کو غنی پاتا ہے۔

واقعہ یہ ہے

کہ رزق کی فراوانی سے انسان خدا تعالیٰ کو بھی بھول جاتا ہے۔ (الا ماشاء اللہ)۔ اللہ تعالےٰ کے بعض خوش نصیب بندے اس کے شر سے بچ بھی جاتے ہیں (جن کی تعداد اقلیت میں ہونے کے لحاظ سے نہ ہونے کے برابر ہے) اگر آپ غور کر کے دیکھیں گے کہ اکثر گناہ دولت کی فراوانی سے ہی ہوتے ہیں۔ جو شخص تنگدست ہو۔ گھر میں فاقہ ہے۔ بال بچے روٹی روٹی پکار رہے ہوں اور باپ خالی ہاتھ ہو۔ کیا وہ بیوی بچوں کو

سینما میں لے جا سکتا ہے۔ اور کیا وہ تفریح طبع کے لئے کسی ہوٹل میں شراب پینے کے لئے جا سکتا ہے۔

اور تمغئے شادی کے موقعہ پر مالدار آدمی جتنی خلاف شرع رسمیں کرتا ہے وہ سب دولت کا کھیل ہوتا ہے۔ دولت کے نشہ میں آکر دولتمند خدا سے تو ڈرتا نہیں۔ اور بے دین انسانوں میں اپنی ناک رکھنے کے لئے اللہ تعالےٰ کے حلال کے مال کو خلاف شرع رسموں میں دل کھول کر خرچ کرتا ہے خلاف شرع (اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف) اس روپے کو خرچ کرنے کے باعث قیامت کے دن جب باز پرس ہوگی۔ تب ہوش ٹھکانے پر آئے گی۔ لیکن اس وقت پچھتانے سے کیا ہو سکتا ہے۔ پچھتانے کا وقت دُنیا کی زندگی ہے۔ اب ہر گناہ معاف ہو سکتا ہے مرنے کے بعد کسی کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔

شاہنشاہی اعلان سُن لو

(وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ حَتّٰی اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْئٰنَ وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا) سورۃ النساء رکوع ۳ پ ۴۔ **ترجمہ**:۔ اور ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہے جو بُرے کام کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے۔ اس وقت کہتا ہے۔ کہ اب میں توبہ کرتا ہوں اور اسی طرح ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہے جو کفر کی حالت میں مرتے ہیں۔ ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

دولتمندوں پر اتمام حجت

مسلمانوں کا وہ دولتمند طبقہ جو دولت کے نشہ میں شریعت محمدیہؐ کے خلاف اپنا روپیہ خرچ کرتا ہے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ اس کی صحیح رہنمائی کرنے والے حق پرست حق گو علماء کرام موجود ہیں جو اس بے دین طبقہ سے اشتراک عمل نہیں کرتے اور وہ صاف کہہ دیتے ہیں کہ چونکہ آپ خلاف شرع رسوم کرنے والے ہیں اس لئے ہم آپ کے ساتھ شامل نہیں ہو سکتے۔ اور الحمدللہ آپ ان کو کوئی لالچ دے کر بھی خلاف شرع رسموں میں شریک نہیں کر سکتے۔ انہیں حضرات کو صاحب استقامت کہا جاتا ہے۔ صوفیائے کرام فرمایا کرتے ہیں۔

(اُطْلُبُوا الْاِسْتِقَامَةَ وَلَا تَطْلُبُوا الْكَرَامَةَ)۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالےٰ سے استقامت کی دعا مانگو ۱۴۴

۴۴ کرامۃ کی نہ مانگو۔ کیونکہ (اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْكَرَامَةِ) **ترجمہ**۔ استقامۃ کا درجہ کرامۃ سے اوپر ہے۔ میرے دولتمند بھائیو۔ ان حضرات علماء کرام کا حق کی آواز کو تمہارے کانوں تک پہنچا دینا ہی شریعت کی اصطلاح میں اتمام حجت کہلاتا ہے

علماء کرام کی اس آواز

پر لبیک نہیں کہو گے اور مرتے دم تک انہیں خلاف شرع فضول خرچیوں میں زندگی بسر کرو گے تو قیامت کے دن ایک منظر پیش آنے والا ہے وہ بھی سن لو (اَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰی عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّیْنَ ۝ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ۝ قَالَ اخْسَئُوْا فِیْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ۝) سورہ المومنون رکوع ۶ پ ۱۸۔ **ترجمہ**۔ کیا تمہیں ہماری آیتیں نہیں سُنائی جاتی تھیں۔ پھر تم انہیں جھٹلاتے تھے۔ کہیں گے اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی تھی اور ہم لوگ گمراہ تھے۔ اے رب ہمارے ہمیں اس (دوزخ) سے نکال دے۔ اگر پھر کریں۔ تو بیشک ظالم ہوں گے۔ فرمائے گا۔ اس میں پھٹکارے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے نہ بولو

ناکامیاب زندگی والے انسانوں کا یہی نقشہ دُنیا میں ہے اور یہی قیامت میں ہوگا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار وما علینا الا البلاغ۔

مجلسِ ذکر

منعقدہ ۲ رجب المرجب سنہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۳ جنوری سنہ ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

"نیک بننے سے دنیا کی تکالیف سے چھٹکارا ہوگا"

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد۔ میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ ہم یہاں اصلاح حال کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ اصلاح قال اور چیز ہے اور اصلاح حال اور چیز ہے عوام تو بجائے خود رہے۔ میں اہل علم حضرات سے کہا کرتا ہوں کہ آپ قال اللہ و قال الرسول کو پڑھ کر آئے ہیں۔ اس لئے آپ کی اصلاح قال تو ہو چکی ہے۔ لیکن اصلاح حال نہیں ہوئی۔ اصلاح حال کے لئے کسی اللہ والے کی صحبت میں مدت مدید تک رہنے کی ضرورت ہے۔ اس کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اپنی کتاب القول الجمیل میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ والے وہ ہیں۔ جنہوں نے مدت مدید تک اپنے شیخ کی صحبت میں رہ کر تربیت کرائی ہو۔ جس عالم کی اصلاح حال نہ ہوئی ہو۔ اس کی مثال حنظل (پنجابی تمہ) کی ہے جوکہ بظاہر بڑا خوبصورت ہوتا ہے۔ لیکن اتنا کڑوا کہ ذرا سا کھایا جائے تو اسہال شروع ہو جاتے ہیں۔ یہود کے بے عمل علماء کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

(مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ) سورہ الجمعہ رکوع ۱ پ ۲۸۔ **ترجمہ**:۔ ان لوگوں کی مثال جنہیں توراۃ اٹھوائی گئی تھی۔ پھر انہوں نے اسے نہ اٹھایا۔ اس کی مثال گدھے کی سی ہے جو دفتر اٹھائے ہوئے ہے۔ ان لوگوں کی مثال بہت بُری ہے۔ جنہوں نے اللہ تعالےٰ کی آیتوں کو جھٹلایا۔ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

اللہ تعالےٰ نے عالم بے عمل کو گدھے سے تشبیہ دی ہے۔ گدھے کی پیٹھ پر کتابیں لاد دی جائیں تو وہ نہ ان سے خود فائدہ اٹھا سکتا ہے اور نہ دوسروں کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰی لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْهُمْ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰی قَالَ فَمَنْ (متفق علیہ)

ترجمہ:۔ ابی سعیدؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ البتہ اُن لوگوں کی پیروی کرو گے جو تم سے پہلے گزر چکے بالشت برابر بالشت اور ہاتھ برابر ہاتھ۔ یہاں تک کہ اگر وہ پہاڑ کے سوراخ میں بیٹھے ہوں گے۔ تو تم اُس میں بھی ان کا اتباع کرو گے۔

پوچھا گیا یا رسول اللہ (کیا آپ کی مراد) یہود و نصاریٰ سے ہے۔ فرمایا۔ اور کون۔

آپ نے یہاں تک فرمایا۔ کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنی ماں سے زنا کیا ہوگا۔ تو میری اُمت میں بھی ضرور ایسا شخص ہوگا۔ جو اپنی ماں سے زنا کریگا اس پیشینگوئی کی بنا پر مسلمانوں میں بھی بےعمل علماء کا پیدا ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ بےشمار ایسے عالم ہمارے ہاں موجود ہیں۔ بے عملی کی وجہ یہ ہے کہ کسی اللہ والے کی صحبت میں رہ کر ان کی اصلاح حال نہیں ہوئی۔ اصلاح قال ہو جائے اور اصلاح حال نہ ہو تو اللہ تعالےٰ کے ارشاد کے مطابق ایسا انسان گدھے کی مانند ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

آج کی تقریر کا عنوان ہے۔ "نیک بننے سے دُنیا کی تکالیف سے چھٹکارا نہ ہوگا" اس مضمون کی تائید میں ایک حدیث شریف عرض کرتا ہوں۔

عَنْ سَعْدٍ قَالَ سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ النَّاسِ اَشَدُّ بَلَاءً قَالَ الْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ یُبْتَلَی الرَّجُلُ عَلٰی حَسَبِ دِیْنِہٖ فَاِنْ کَانَ فِیْ دِیْنِہٖ صُلْبًا اِشْتَدَّ بَلَاءُہٗ وَ اِنْ کَانَ فِیْ دِیْنِہٖ رِقَّۃٌ ھُوِّنَ عَلَیْہِ فَمَا زَالَ کَذٰلِکَ حَتّٰی یَمْشِیَ عَلَی الْاَرْضِ مَالَہٗ ذَنْبٌ (رواہ الترمذی وابن ماجۃ والدارمی وقال الترمذی ہذا حدیث حسن صحیح)۔

ترجمہ۔ حضرت سعدؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا۔ کہ کون لوگ سخت بلاؤں میں مبتلا ہوتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا انبیاء علیہم السلام۔ پھر وہ لوگ جو انبیاءؑ سے مشابہ ہوتے ہیں اور پھر وہ لوگ جو انبیاء علیہم السلام سے زیادہ مشابہ ہوں۔ پھر انسان جس قدر دین میں سخت ہوتا ہے۔ اسی قدر اس کی مصیبت سخت ہوتی ہے اور جس قدر دین میں نرم ہوتا ہے۔ اسی قدر اس کی مصیبت ہلکی ہوتی ہے پس ہمیشہ اسی طرح ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ دین میں سخت انسان زمین پر چلتا ہے۔ اس حال میں کہ گناہ سے پاک ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے واضح ہوتا ہے کہ جو شخص انبیاء علیہم السلام کی صفات سے جتنا متصف ہوگا۔ اس پر اتنی ہی زیادہ تکالیف آئینگی

مثلاً پہلی جماعت کا طالب علم اگر الف۔ ب ت سُنا دے تو ممتحن اسے پاس کر دیتا ہے دوسری جماعت کے طالب علم کا امتحان اس سے ذرا سخت ہوگا۔ اس سے ممتحن پہاڑے بھی سُنے گا۔ اور جمع اور تفریق کے سوال بھی حل کروائے گا۔ اگر پہاڑے ٹھیک سُنا دیئے اور سوال بھی ٹھیک حل کر دیئے۔ تب اس کو پاس کر دے گا۔ اسی طرح جوں جوں طالب علم اوپر چڑھتا جائے گا۔ اس کا امتحان بھی سخت ہوتا جائے گا۔

دین میں بھی یہی حال ہے۔ مندرجہ بالا حدیث شریف میں علے حسب دینہٖ سے یہ چیز واضح ہوتی ہے۔ جو شخص معمولی درجے کا دیندار ہے۔ وہ کسی کو کچھ نہیں کہتا۔ اس کا کوئی دشمن نہ ہوگا۔ اس کی ذمہ داری اتنی ہی ہے کہ بیوی بچوں کو دین سکھا دے۔ اس پر تکالیف بھی کم آئیں گی۔ ایک عالم لوگوں کے اعتقادات اعمال اور رسم و رواج پر جرح کرتا ہے تو اس کے سب دشمن ہوں گے۔ دینداروں کی آزمائش ہوتی رہتی ہے۔ ادھر گناہ کیا ادھر سزا مل گئی۔ اس طرح ان کا معاملہ صاف ہوتا رہتا ہے۔ وہ پاک ہو کر دُنیا سے جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالےٰ کی رحمت ہے کہ وہ گناہ پر گرفت کر لیں۔ اگر گرفت نہیں کرتے تو سمجھئے وہ ناراض ہیں۔ پھر جب گرفت ہوگی تو سخت ہوگی۔ ع

دیر گیرد سخت گیرد مر ترا

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس سے بچائے آمین یا الہ العالمین۔

آج کے عنوان کی تائید میں دو اور حدیثیں عرض کرتا ہوں۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدِہِ الْخَیْرَ عَجَّلَ لَہُ الْعُقُوْبَۃَ فِی الدُّنْیَا وَ اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدِہِ الشَّرَّ اَمْسَکَ عَنْہُ بِذَنْبِہٖ حَتّٰی یُوَافِیَہٗ بِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (رواہ الترمذی)

حضرت انسؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خداوند تعالےٰ اپنے کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی سزا دنیا ہی میں جلد دے دیتا ہے۔ اور جب کسی بندہ کے ساتھ بُرائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے گناہوں کی سزاؤں کو روک لیتا ہے۔ یہاں تک کہ قیامت کے دن اُس کے گناہوں کی اس کو پوری سزا دے گا۔

عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ وَالصُّنَابِحِیِّ اَنَّھُمَا دَخَلَا عَلٰی رَجُلٍ مَرِیْضٍ یَعُوْدَانِہٖ فَقَالَا لَہٗ کَیْفَ اَصْبَحْتَ قَالَ اَصْبَحْتُ بِنِعْمَۃٍ قَالَ شَدَّادٌ اَبْشِرْ بِکَفَّارَاتِ السَّیِّئَاتِ وَحَطِّ الْخَطَایَا فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یَقُوْلُ اِذَا اَنَا ابْتَلَیْتُ عَبْدًا مِّنْ عِبَادِیْ مُؤْمِنًا فَحَمِدَنِیْ عَلٰی مَا ابْتَلَیْتُہٗ فَاِنَّہٗ یَقُوْمُ مِنْ مَضْجَعِہٖ ذٰلِکَ کَیَوْمِ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ مِنَ الْخَطَایَا وَ یَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اَنَا قَیَّدْتُ عَبْدِیْ وَابْتَلَیْتُہٗ فَاَجْرُوْا لَہٗ مَا کُنْتُمْ تُجْرُوْنَ لَہٗ وَھُوَ صَحِیْحٌ (رواہ احمد)

ترجمہ۔ شداد بن اوسؓ اور صنابحیؓ کہتے ہیں کہ وہ دونوں ایک مریض کی عیادت کو گئے۔ اور اس سے کہا تو نے کیوں کر صبح کی۔ اس نے کہا خدا کا شکر ہے۔ میں نے نعمت الٰہی پر صبح کی۔ شداد نے کہا۔ خوش ہو گناہوں کے دُور ہونے اور خطاؤں کے صاف ہو جانے سے۔ اس لئے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سُنا ہے کہ خداوند تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ جب میں اپنے مومن بندوں میں سے کسی کو بیماری میں مبتلا کرتا ہوں اور وہ اس ابتلا میں میری تعریف کرتا ہے۔ تو وہ اپنے بستر علالت سے ایسا پاک و صاف اُٹھتا ہے۔ جیسا کہ اس کی ماں نے آج ہی اس کو جنا ہے۔ اور کوئی گناہ اس کا باقی نہیں رہتا۔ اور خداوند تعالےٰ فرماتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کو قید کیا اور مصیبت میں ڈالا اور اس کا امتحان کیا۔ پس اے فرشتو تم اس کے نامۂ اعمال میں وہی عمل لکھو جو اس کی صحت کی حالت میں لکھتے تھے۔ یعنی اعمال صالحہ۔

حاصل یہ نکلا کہ جتنے نمبر کا کوئی دیندار ہوگا۔ اس کو اتنی ہی تکلیف ہوگی۔

جو عالم لوگوں پر جرح نہیں کرتے ان کا کوئی دشمن نہیں ہوتا۔ ع

ما بخیر شما بسلامت

ہم حنفی وتروں میں جو دعائے قنوت پڑھتے ہیں۔ اس میں ہم نَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ (ترجمہ۔ اے اللہ جو تیرا نافرمان ہے۔ ہم اس کا بائیکاٹ کرتے ہیں) پڑھتے ہیں۔ اس قسم کے عالم روزانہ وتروں میں یہ دعا پڑھتے ہیں۔ باجہ۔ سہرا۔

گھوڑی - مہندی - آتشبازی سب خلافت شرع رسمیں ادا کرنے والوں کے نکاح پڑھتے ہیں - ان کا کوئی کیوں دشمن ہوگا۔

شیخ عظیم اللہ صاحب ایڈووکیٹ جن کا حال ہی میں انتقال ہوا ہے - میرے دوست تھے - وہ انجمن حمایت اسلام کے سکرٹری تھے - اللہ تعالٰے ان کو غریق رحمت فرمائے - ایک جسٹس صاحب کی لڑکی کی شادی تھی - شیخ صاحب میرے پاس تشریف لائے - کہ آپ نکاح پڑھا دیجئے - میں تاریخ مقررہ پر جج صاحب کی کوٹھی پر نکاح پڑھانے کے لئے پہنچ گیا - جب برات آئی تو دولہا کے سر پر سہرا بندھا ہوا تھا - میں نے شیخ صاحب کو بلا کر عرض کیا کہ سہرا اتروا کر گلے میں ڈلوا دیجئے - ورنہ میں نکاح نہیں پڑھوں گا - شیخ نے کہا بہت اچھا ابھی ہو جاتا ہے - وہ جا کر جج صاحب کو بلا لائے - میں نے ان سے بھی وہی کہا اور وہ بھی یہ کہہ کر چلے گئے - کہ بہت اچھا ابھی ہو جاتا ہے - تھوڑی دیر بعد دونوں واپس تشریف لائے اور کہا کہ دولہا کے وارث نہیں مانتے - معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی رسم و رواج کے پابند تھے - میں نے کہا کہ میں نکاح نہیں پڑھوں گا - اس پر جج صاحب نے بحث شروع کر دی - کہ اس میں حرج ہی کیا ہے - میں نے کہا کہ اگر ایک عورت ماتھے پر سرخ تلک لگا کر آپ کے سامنے آئے - تو آپ اس کو ہندو سمجھیں گے یا نہیں - میں یہ کہہ کر چلا آیا - جس نے نکاح پڑھا کر دس روپے لینے ہونگے وہ شیخ صاحب اور جج صاحب کو کیوں

ناراض کرکے آئے گا ؎

یکے نقصان مایہ دیگر شماتت ہمسایہ

دوسرا واقعہ باغبانپورہ کا ہے - وہ بھی کسی بڑے آدمی کی لڑکی کی شادی تھی جب برات آئی تو باجے کی آواز آئی - میں نے لڑکی کے والد سے کہا کہ باجا بند کیا جائے - ورنہ میں نکاح نہیں پڑھونگا انہوں نے کہا کہ ہم نے تو منع کیا تھا - وہ باجہ بند نہ کرا سکے اور میں اٹھ کر چلا آیا -

میرے اندر کوئی کمال نہیں - اے اللہ! یہ تیرا فضل ہے - لیکن اللہ تعالےٰ سے لے کر دینے والے میرے دونوں مربی تھے اللہ تعالےٰ ان کی قبروں پر کروڑوں

رحمتیں نازل فرمائے - آمین یا الہ العالمین ؏

صدقے میں تیرے ساقی مشکل آسان کر دے
ہستی مری مٹا دے خاک بے جان کر دے

عرض یہ کر رہا تھا کہ دین کے معاملہ میں جتنا کسی کا درجہ بلند ہوتا ہے - اتنی ہی اس پر تکالیف آتی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سید الانبیاء ہیں - آپ لا الہ الا اللہ کی تعلیم دیتے تھے - کفار کہتے تھے - اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝ ایک آیت چھوڑ کر آگے آتا ہے - مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝ (سورہ ص - رکوع ۱ پ ۲۳)

(ترجمہ - کیا اس نے کئی معبودوں کو صرف ایک معبود بنا دیا - بے شک یہ بڑی عجیب بات ہے) - (ترجمہ - ہم نے یہ بات اپنے پچھلے دین میں نہیں سنی - یہ تو ایک بنائی ہوئی بات ہے - حضور ان کے اعتقادات اعمال اور رسم و رواج کا اپریشن فرماتے تھے - تاکہ ۳۶۰ خداؤں کو اڑا دیا جائے اور صرف ایک خدا رہے اور وہ بگڑتے تھے - اب بھی یہی ہوگا - جو مولوی اپریشن کرے گا - اس سے تو خواہ مخواہ لڑائی ہوگی - اکثریت اسی قسم کے بد نصیب لوگوں کی ہے - بعض خوش نصیب اپریشن کو رحمت سمجھتے ہیں - یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے - میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو خوش نصیب بنائے - آمین یا الہ العالمین - بد نصیب دوزخ میں داخل ہونے کے بعد اقرار جرم کریں گے - لیکن یہ ان کو کوئی فائدہ نہ دے گا ؏

اَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّیْنَ ۝ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ۝ سورۃ المومنون رکوع ۶ پ ۱۸

ترجمہ :- کیا تمہیں ہماری آیتیں نہ سنائی جاتی تھیں - پھر تم انہیں جھٹلاتے تھے - کہیں گے اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی تھی اور ہم لوگ گمراہ تھے - اے رب ہمارے ہمیں اس سے نکال دے - اگر پھر کریں تو بے شک ہم ظالم ہوں گے -

میں اللہ تعالےٰ سے بڑا خوش ہوں - اور لاہوریوں سے بھی خوش ہوں کہ انہوں نے میری آواز پر لبیک کہا الحمد للہ حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیہ مبارکًا

علیہ - میں جب یہاں آیا تھا - تو اس مسجد میں بھی چراغ جلتے تھے - میں خاموش بیٹھ کر دیکھا کرتا تھا - مجھے یقین تھا کہ قرآن مجید دریا کی طرح اپنا راستہ خود بنا لے گا - دریا اپنا راستہ خود بناتا ہے - اس کے لئے کوئی راستہ نہیں بناتا - ہر انسان گناہگار ہے - اللہ تعالےٰ اول تو گناہوں پر میری اور آپ کی گرفت نہ فرمائے - اگر گرفت کرنی ہے تو استقامت عطا فرمائے آمین یا الہ العالمین -

---

قطعۂ تاریخ وفات حضرت مولینا مدنی رح

از جناب سرور کھتولوی

موت مومن نقط ہے اک تمہید
زندگانی جاودانی کی
عمر گزرے جو فی سبیل اللہ
وہ شہادت ہے زندگانی کی
شیخ و علامۂ حسین احمد
حق نے جس پر یہ مہربانی کی
داد دیتی ہے مسجد نبوی
اب تک ان کی حدیث دانی کی
چلتی پھرتی مجسمہ تصویر
شرع والوں کی زندگانی کی
عمر کے ساٹھ سال تک جس نے
گلشن دیں کی باغبانی کی
سینکڑوں سینہ ہائے اہل کمال
یادگاریں ہیں ضوفشانی کی
فیض گنگوہ آج ہے رخصت
الوداع آخری نشانی کی
صدر دارالعلوم صدر بہشت
انتہا کیا ہے قدردانی کی
باور اب ہے شہادت عظمیٰ
۱۹۵۷ء
جب ہے رحلت حسین ثانی کی
۱۳۷۷ھ

(از جناب جمیل احمد صاحب تھانوی مفتی جامع اشرفیہ نیلا گنبد لاہور)

عالم بے بدل و شیخ زماں مرد جہاد
ان کی رحلت کی چلی دوش صبا پر جو خبر
ہو گئے بے سر و پا تیغ الم سے سب وصف
عزم و علم و کرم و فضل و ورع نفر ؏

ن	ق	ر	ض	ر	ک	ز
۵۰	۱۰۰	۲۰۰	۸۰۰	۲۰۰	۲۰	۷

۱۳۷۷ھ

؏ یعنی ان لفظوں کے سر اور پیر یعنی اول و آخر حرف کو الگ کرکے باقی کو جمع کیجئے - تو تاریخ ہوگی - ۱۲

شیخ الاسلام سیدنا مجاہد اعظم مولانا حسین احمد مدنی رح کے آخری لمحات

از جناب حکیم حافظ محمد یوسف رشید چغتائی ایڈیٹر ماہنامہ الشفا کھرڑ پکا (مغربی پاکستان)

مجاہد اعظم پیکر خلوص مجسمہ زہد و تقوےٰ اور سرچشمۂ فیوض برکات شیخ العرب والعجم سیدنا مولانا حسین احمد مدنی رح کی وفات حسرت آیات پر آج تمام عالم ماتم کناں ہے۔ افریقہ ہو۔ عربستان پاکستان ہو یا برما۔ ملایا ہو۔ چین یا افغانستان دنیا بھر میں جہاں مسلمانوں کا وجود ہے۔ مرحوم کے وصال کی ناخوشگوار اطلاع کو انتہائی رنج و اندوہ کرب و بےچینی کے عالم میں سنا گیا۔ ہندوستان میں خصوصاً ہر ہر شہر قصبات اور دیہات میں صف ماتم بچھ گئی اور فدایان شیخ پر جو عالم گذر رہا ہے۔ اس کا اظہار تحریر میں نہیں آ سکتا۔ ہر جگہ تعزیتی جلسے منعقد کیئے جا رہے ہیں۔ جمعہ کے روز ہندوستان بھر کی مساجد میں نماز جمعہ کے بعد تقریریں جلسے ہوئے۔ اظہارِ غم کیا گیا اور مغفرت کے لئے دعائیں کی گئیں۔ مسلم دکانیں اور تجارتی ادارے بند رہے۔ راج دہانی میں اس حادثہ عظیم کی اطلاع آناً فاناً پھیل گئی۔ دکانیں بند کر دی گئیں۔ تجارتی فرمیں اور دوا خانے بند کر دیئے گئے۔ دوسرے دن بھی شہر کے قریب قریب مسلم بازار بند رہے۔ عام ہڑتال کی گئی۔ مسجد شاہجہانی۔ مسجد فتحپوری اور دوسری ان تمام مساجد میں جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہے۔ حضرت شیخ الاسلام رح کی وفات پر اظہار غم کیا گیا۔ اور مغفرت کے لئے دعائیں کی گئیں۔ بانمی مساجد میں غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔

۵ر دسمبر کی سہ پہر فدایانِ شیخ کا عجیب عالم تھا۔ جوق در جوق دفتر جمعیۃ العلماء ہند اور دفتر اخبار الجمعیۃ میں آتے تھے اور زار و نزار واپس ہو جاتے تھے۔ ٹیلیفون اور کاروں کا سلسلہ بندھا ہوا تھا۔ تعلق خاص رکھنے والے ایک بے چینی اور محبت کی حالت ٹیکسی اور بس اسٹینڈ اور ریلوے اسٹیشن کی طرف رواں دواں تھے۔ تاکہ پیر طریقت کا آخری دیدار کر سکیں۔ رات گئے تک اس طرح سفر جاری رہا۔ حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب۔ مولانا قاضی سجاد صاحب۔ حاجی محمد صالح صاحب اور دوسرے اکابر جمعیۃ اطلاع ملتے ہی ٹیکسی اور بسوں سے عازم دیوبند ہوئے۔ جس وقت حضرت رح کا وصال ہوا۔ مجاہد ملت مولانا حفیظ الرحمان حضرت مولانا محمد میاں صاحب اور کئی دوسرے اکابر مراد آباد میں تھے۔ جہاں سیرت کے جلسے ہو رہے تھے۔ ان سب کو اطلاع براہ راست دیوبند سے دی گئی۔ حضرت مجاہد ملت اور دوسرے اکابر مراد آباد سے فوراً روانہ ہو گئے۔ اور رڑکی سے جہاں ان کے لئے دیوبند سے گاڑی بھیج دی گئی۔ دیوبند رات کے ساڑھے بارہ بجے تھے۔ پہنچے۔ اس وقت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ کی گئی تھی۔ اس میں قرب و جوار کے علاقوں جن میں سہارنپور۔ مظفر نگر۔ میرٹھ۔ دہلی۔ مراد آباد۔ بجنور۔ ہاپوڑ اور دوسرے مقامات کے لوگ شامل تھے۔ دیوبند پہنچ چکے تھے۔ ہزاروں افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہٗ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس سے قبل شیخ طریقت مرشد کامل حضرت سیدنا مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ مبارک کو آخری زیارت کے لئے دیوبند کے مرکزی حال میں رکھ دیا گیا تھا۔ مشتاقان دید ایک ایک کرکے ہال میں داخل ہوتے تھے۔ زیارت کرتے تھے۔ اور زار نزار باہر نکل جاتے تھے۔ تو گھنٹوں تک زیارت کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ آہ اس وقت کی کیفیت ہی عجیب تھی۔ جبکہ ہر شخص کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ اور وہ اپنے آپ کو دنیا میں تنہا محسوس کرتا تھا۔ ڈیڑھ بجے جنازہ مبارک اٹھایا گیا۔ اس وقت تک جملہ اکابرین جمعیۃ دیوبند پہنچ چکے تھے۔ عجیب عالم تھا۔ ہر شخص کندھا دینے کی کوشش میں مصروف تھا۔ ہجوم کا یہ عالم تھا کہ مرکزی ہال سے قبرستان تک کا قریب ایک فرلانگ کا فاصلہ دو گھنٹہ سے بھی زیادہ دیر تک طے کیا گیا اور بالآخر نماز تہجد کے بعد حضرت کے جسد مبارک پیش رو صالحین کی آرام گاہ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ تدفین عمل میں آ گئی۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے جو عازم جلال آباد ہو چکے تھے۔ اتفاقیہ طور پر سہارنپور پہنچنے کے بعد اپنا ارادہ تبدیل کر دیا۔ اور حضرت کے انتقال پُر ملال کے وقت دو بجے دیوبند پہنچ گئے۔

۶ر دسمبر کی صبح کو ہزاروں کی تعداد میں علماء طلبہ اور باہر سے آنے والے دوسرے حضرات نے ختم میں حصّہ لیا۔ ختم قرآن دارالعلوم کے دارالحدیث میں کیا گیا۔

ختم شریف میں قاری محمد طیب مدظلہ مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمان صاحب۔ حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب۔ حامدالانصاری غازی صاحب اور دوسرے اکابر شامل تھے۔

انتقال سے چار روز قبل حضرت شیخ الاسلام کی حالت کچھ بہتر ہو گئی تھی۔ انتقال سے ایک روز قبل رات کو آپ نے اپنے خاندان کے سب بچوں کو جمع کیا اور ان کے ساتھ مزاح فرماتے رہے۔ اور اسی انداز میں ان کو صبر و برداشت کی تلقین فرماتے رہے۔ اگلے روز ایک بجے حضرت رح نے تھوڑا سا کھانا تناول فرمایا۔ اور کوشش کے بعد خود اپنے قدموں سے باہر اٹھ کر تشریف لے گئے۔ لیکن ضعف و توانائی کے سبب جلد بستر پر واپس آ گئے۔ اور آرام فرما ہوئے۔ نماز ظہر کے وقت جب حضرت مرحوم کو جگانے کی کوشش کی گئی تو معلوم ہوا کہ روح مبارک

باقی صفحہ ۱۸ پر

مولانا شیخ الاسلامؒ کی سیاسی زندگی

از پروفیسر محمد سرور صاحب کراچی

١٨٥٧ء کے بعد عالم اسلامی کی آزادی اور برصغیر پاک و ہند سے انگریزوں کو نکالنے کی ہمارے بزرگوں نے جو تحریک شروع کی تھی حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمتہ اللہ علیہ کی وفات سے آج ہم ان بزرگوں کی آخری یادگار سے محروم ہو گئے ہیں حضرت مولانا مرحوم نے بڑی عمر پائی، جو از اوّل تا آخر مسلمانوں کی دینی علمی خدمت اور عالم اسلام اور برصغیر کی جد و جہد آزادی میں گزری۔ مولانا مرحوم کی ذاتی زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مطابقت اور تقویٰ اور ایثار کا اس دور میں بہترین نمونہ تھی اور خاص طور سے ان کی بے نفسی، اور للہیت ہر شخص کو جس کا بھی ان سے سابقہ پڑتا تھا بے حد متاثر کرتی تھی۔ چنانچہ وہ لوگ جو ان کی سیاست سے متفق بھی نہ تھے وہ بھی ان کا احترام کرتے تھے۔

ہمارے وہ بزرگ جنہوں نے ١٨٥٧ء کے فوراً ہی بعد دار العلوم دیوبند کی بنیاد رکھی اور وہ جو اس کے ابتدائی دور میں وہاں سے فارغ التحصیل ہوئے، انہوں نے در حقیقت اس برصغیر میں انگریزوں کی حکومت کو کبھی تسلیم ہی نہیں کیا، وہ ہمیشہ اس کو ایک غاصب حکومت سمجھتے رہے، نہ تو اس سے انہوں نے تعاون ہی کیا، نہ اس سے کسی قسم کی مدد ہی چاہی، اور نہ اس کی پیش کش کو کبھی قبول فرمایا، وہ شروع سے ہمیشہ اسی فکر میں لگے رہے، کہ اس اجنبی غاصب حکومت کو یہاں سے بے دخل کریں جو نہ صرف برصغیر کے عوام کو اپنے آہنی قبضے میں دبوچے ہوئے ہے، بلکہ سارا عالم اسلامی اس کے ہاتھوں نالاں ہے، اور اس کی آزادی ہر لمحہ خطرے میں ہے ان بزرگوں نے کبھی بھی انگریز سے مصالحت نہ کی، ان میں سے جو حجاز کو ہجرت کر کے تشریف لے گئے وہ وہاں اس کی مخالفت کرتے رہے، جو سرحد پار پٹھانوں کے علاقوں میں جا کر پناہ گزیں ہوئے، انہوں نے وہاں سے انگریزوں کے خلاف جہاد کیا اور باوجود کمزور، بے سہارا اور تہی دست ہونے کے انگریزوں کے خلاف لڑتے رہے۔

اس کے علاوہ اس دور میں خود برصغیر کے اندر کسی گوشے سے انگریزوں کے خلاف جو بھی تحریک اٹھتی اور اس کا مقصد انگریزوں کو اس ملک سے نکالنا ہوتا تو یہ بزرگ اس تحریک کے دل سے حامی ہوتے اور اگر ممکن ہوتا، تو عملاً بھی اس سے تعاون کرتے، اصل میں ان بزرگوں کا عقیدہ یہ تھا اور اس بات پر وہ متواتراً ایمان لاتے آ رہے تھے کہ اگر برصغیر سے انگریز نکلا تو اس سے صرف یہاں کے دس کروڑ مسلمانوں اور بیس کروڑ غیر مسلموں کی غلامی ختم نہیں ہو گی بلکہ پورا عالم اسلام انگریزی استعمار اور یورپی سامراج سے نجات پا جائے گا، اور اس کے بعد اسلامی اور ایشیائی ممالک کا ایک نیا دور جو ان کے اقبال و شوکت کا دور ہو گا یقینی طور پر شروع ہو گا۔ حال کے واقعات نے ان بزرگوں کی اس پیش گوئی کو حرف بحرف صحیح ثابت کر دیا ہے۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی مرحوم جنہیں ان کے عقیدت مند شیخ الاسلام اور ان کے شاگرد جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچ چکی ہے۔ حضرت الشیخ کے گرامی قدر لقب سے یاد کرتے ہیں ہمارے بزرگوں کے اسی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے تھے، انہوں نے اپنے استادوں سے یہ درس سن لیا اور اسے بچپن ہی میں حرز جاں بنایا، بلکہ ایک لحاظ سے یکے از ایمانیات کا درجہ پایا اور پھر ساری عمر اس پر عمل کرتے اور اسی کے لئے تکلیفیں سہتے گذار دی اور یہ سب کچھ کسی ذاتی یا سیاسی غرض کے لئے نہیں کیا اور نہ اس سے ان کا مقصد کوئی سیاسی مقام یا اثر و رسوخ حاصل کرنا تھا وہ اس دور میں بالکل درویشوں کی طرح بے حد سادہ زندگی گذارتے تھے۔ جب حکومت ان کے مخالفوں کی تھی، اسی طرح آزادی کے بعد جب مسندِ اقتدار پر ان کے رفیق کار اور ساتھ جد و جہد کرنے والے آئے تو وہ ویسے ہی دار العلوم میں درویشوں کی طرح رہتے اور طالب علموں کو درس دیتے رہے، گویا جہاں تک ان کی ذات کا تعلق تھا آزادی ملک سے اس کا کوئی سروکار ہی نہ تھا اور اس سے مطلقاً ان کی کوئی اپنی غرض وابستہ نہ تھی لوجہ اللہ کوئی کام کرنا اسے کہتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ مولانا مرحوم نے انگریزوں کے خلاف آزادی کی جد و جہد میں جو حصہ لیا تو اسے ایک دینی فریضہ سمجھ کر حصہ لیا، کیونکہ ان کے نزدیک دین اسلام کا ایک تقاضا غلامی سے ابا اور آزادی کے لئے جد و جہد کرنا تھا۔

مولانا اتر پردیش کے ضلع اناؤ کے ایک گاؤں میں ١٢٩٦ھ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم دیوبند میں پائی اور وہیں حضرت مولانا محمود حسن شیخ الہندؒ کی خدمت میں انہیں زانوئے تلمذ تہ کرنے کی سعادت ملی۔ حضرت شیخ الہندؒ اپنے وقت میں اس تحریک کے رکن رکین بلکہ مرکز تھے جس کا ذکر شروع میں کیا گیا ہے مولانا حسین احمد صاحبؒ نے علم دین کے ساتھ ساتھ اسی زمانے میں اجنبی غلامی سے نفرت اور انگریز کو نکالنے کی جد و جہد میں حصہ لینے کا سبق حضرت شیخ الہندؒ سے لیا، اور دونوں کی تلقین اور دونوں پر عمل کرنے میں عمر بھر یکساں کوشاں رہے۔

برصغیر کی جد و جہد آزادی میں حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ کا بہت بڑا حصہ ہے وہ گو علماء کے پرانے مکتب فکر کے نمائندہ تھے۔ لیکن انہوں نے ١٩١٤ء کی جنگ عظیم سے پہلے اور بعد ایک طرف علی گڑھ کالج کے فارغ التحصیل نوجوان جیسے مولانا محمد علی، مولانا حسرت اور مولانا شوکت علی اور ان کے ساتھیوں سے اور دوسری طرف مولانا ابو الکلام آزاد اور ڈاکٹر انصاری سے روابط قائم کئے، اور تمام نئے اور پرانے خیال کے آزادی خواہ اور انگریز دشمن مسلمانوں کا ایک متحدہ محاذ بنایا جس کا عملی مظاہرہ ١٩٢٠ء اور ١٩٢١ء کی خلافت تحریک میں ہوا جو برصغیر کی جد و جہد آزادی میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

مولانا حسین احمدؒ اس نادرہ روزگار استاد سے دینی اور سیاسی دونوں لحاظ سے کسب فیض کرنے کے بعد حجاز تشریف لے گئے، اور وہاں مدینہ منورہ کے دار الحدیث میں تعلیم و تدریس دینے لگے۔ یہ ١٩١٤ء سے کچھ پہلے کا واقعہ ہے۔ اس وقت سرزمین حجاز پر ترکوں کی حکومت تھی جو طلعت، انور اور جمال کے زیر اثر انگریزوں کی روز بروز مخالف ہوتی جا رہی تھی اور ادھر برصغیر میں مولانا محمد علی کا "کامریڈ" اور "ہمدرد" اور مولانا آزاد کا "الہلال" اور مولانا ظفر علی خاں کا "زمیندار" اور طرابلس اور بلقان اور مچھلی بازار کے کانپور کے ہنگامے "اسلامی ہند" کی فضا کو انگریز دشمنی کی طرف بڑی تیزی سے لا رہے تھے، لیکن اس وقت ١٩١٤ء کی جنگ شروع ہو گئی جس کی وجہ سے ترکوں اور انگریزوں میں آپس میں ٹھن گئی مولانا محمد علی، شوکت علی، مولانا آزاد اور مولانا حسرت نظر بند کر دیئے گئے، اور ترکوں کے حق میں زبان کھولنا ناممکن ہو گیا۔

برصغیر کی اس دور کی آزادی خواہ اسلامی قیادت اس جنگ میں ترکوں کی مدد کرنا چاہتی تھی

باقی صفحہ ١٨ پر

مخدومنا و مرشدنا و سیدنا

(از جناب محمد احمد صاحب ایم اے لیکچرار معاشیات و انگریزی ادب اسلامیہ کالج ۔ سکھر)

سرور کائنات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت قطعاً ختم ہو گئی ۔ البتہ ولایت جاری ہے ۔ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالےٰ کے ولی اور بہت بڑے بزرگ تھے ۔ ان کے انتقال پُر ملال سے دنیا اسلام میں ایک خلا پیدا ہو گیا ۔ جو بظاہر پُر ہوتا ہُوا نہیں معلوم ہوتا ۔ شاید میں ۱۹۴۷ء میں دیوبند چچا جان قبلہ حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب رح کے پاس گیا تھا ۔ مجھے خوب یاد ہے ۔ کہ میں حضرت شیخ الاسلام کے مردان خانہ میں بھی اکثر جایا کرتا تھا ۔ حضرت مدنی رح کے آتے ہی کافی کا دور شروع ہو جاتا تھا مجھ کو بھی کافی حضرت کی خدمت میں بیٹھنے کا اتفاق ہُوا ہے ۔ میں اس زمانہ میں کالج پڑھتا تھا اور انگریزی بال تھے ٹوپی لگا کر چلا جاتا تھا ۔ لیکن ڈرتا بہت تھا کہ کہیں حضرت اظہار ناراضگی نہ فرمائیں ۔ لیکن ایسا کبھی نہیں ہُوا ۔ اور حضرت نے کبھی مجھ سے ایک لفظ بھی نہ کہا ۔ کبھی کبھی حضرت رح کی مجلس میں چچا جان رح اور مرشدنا حضرت قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی تشریف لے آتے تھے اور بھی با علم حضرات ہوتے تھے ۔ اتنا وقت گزرنے کے بعد مجھے یاد نہیں رہا ۔ کہ وہاں کیا گفتگو ہوتی تھی ۔ یہ ضرور یاد ہے کہ حضرت شیخ الاسلام رح گفتگو اطمینان سے اور آہستہ آہستہ کرتے تھے ۔ گویا بولتے کیا تھے ۔ موتی رولتے تھے ۔ گفتگو زیادہ تر عالمانہ ہوتی تھی ۔ جو میری استعداد سے باہر ہوتی تھی ۔ ایک بات کا ذکر ہے کہ حضرت شیخ الاسلام مردان خانہ سے باہر کٹورے میں پانی پی رہے تھے اور حضرت چچا جان رح و مرشدنا حضرت قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی چند قدم کے فاصلے پر کھڑے تھے ۔ جیسے ہی حضرت پانی پی چکے یہ دونوں بزرگ بہت تیزی سے حضرت سے کٹورا لینے کو لپکے یہ یاد نہیں رہا ۔ کہ دونوں بزرگوں میں سے کس نے یہ شرف سعادت حاصل کیا ۔ میرے اوپر اس واقعہ کا بہت اثر ہُوا ۔ کہ دینی مدرسوں میں کس قدر حفظ مراتب قائم ہے ۔ ہمارے کالجوں میں تو اب یہ بھی فرق کرنا مشکل ہو گیا ہے کہ اُستاد کون ہے اور طالب علم کون ۔ ایک دن مجھے معلوم ہُوا ۔ کہ آج ایک چھوٹے پیمانہ پر جلسہ ہے ۔ جس میں حضرت شیخ الاسلام طلبا کو انعامات تقسیم فرمائیں گے ۔ میں بھی اس جلسہ میں پہنچ گیا ۔ اور ایک کونے میں بیٹھ گیا ۔ اس وقت حضرت تقریر فرما رہے تھے ۔ دوران تقریر میں آپ نے لارڈ میکالے کی اس رپورٹ کا حوالہ دیا ۔ جو اس نے بحیثیت وائسرائے کی انتظامیہ کونسل کے ممبر ہونے کے گورنمنٹ برطانیہ کو پیش کی تھی ۔ اور اس میں یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ ہندوستانیوں کو انگریزی تعلیم دے کر ان کی روح پر بھی قبضہ کر لینا چاہیئے ۔ اس کے بعد حضرت نے انعامات کی طرف اشارہ کیا اور نہایت درد بھرے الفاظ میں فرمایا کہ انعامات کی قیمت سے ان کی اہمیّت کو نہ جانچا جائے ۔ بلکہ اس محبت و انسیت پر نظر رکھی جائے جو ان انعامات کو دلوانے کی محرک ہیں ۔ مجھے صحیح الفاظ نہیں یاد رہے ۔ مفہوم غالباً یہی تھا ۔ جب حضرت شیخ الاسلام یہ فرما رہے تھے تو میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے ۔ اور آج تک اس تقریر کا اثر میرے اوپر ہے ۔ اور اکثر عالم بیداری میں بھی اس تقریر کا خواب دیکھا کرتا ہوں ۔ حضرت تھانوی رح کے مواعظ میں ایک جگہ پڑھا کہ ایک بزرگ (غالباً حضرت مولینا اسمٰعیل شہید) جامع مسجد دہلی میں تقریر فرما رہے تھے کہ ایک زنانہ آ گیا ۔ جس کے ہاتھوں میں مہندی لگی ہوئی تھی حضرت نے اس کو دیکھ کر فرمایا ۔ کہ خدا سے ڈر ۔ ان الفاظ کا اُس پر ایسا اثر ہُوا کہ وہ روتا تھا اور اپنے مہندی لگے ہوئے ہاتھ پتھر سے رگڑتا تھا ۔ تاکہ ان کی سُرخی چھوٹ جائے ۔ یہاں تک کہ ہاتھوں سے خون نکل آیا ۔ اور حضرت نے منع بھی فرمایا کہ اپنے ہاتھوں کو اس قدر تکلیف نہ دے ۔ کچھ دنوں بعد سُرخی خود غائب ہو جائیگی ۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رح نے فرمایا ۔ کہ اولیاء اللہ کی باتوں میں بجلی کی کرنٹ ہوتی ہے اور بہت پر اثر انداز ہوتی ہے ۔ وہی الفاظ ہم بھی استعمال کرتے ہیں ۔ لیکن خالی از اثر ہوتے ہیں ۔ بجنسہ حضرت شیخ الاسلام رح کی تقریر میں ویسا ہی اثر تھا ۔ اور ان کے الفاظ آج بھی کانوں میں گونجا کرتے ہیں ۔

میں انگریزی دان طبقہ سے تعلق رکھنے والا بندۂ ناچیز ہوں ۔ میری کیا بساط ہے کہ حضرت کے مقام کو سمجھوں یا بیان کروں ۔ البتہ شیخ الاسلام کے مقام کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے

"شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی رح کا ۲ ؍ مارچ ۱۹۵۲ء کو داہنا ہاتھ سُن ہو گیا ۔ ڈاکٹروں نے تشخیص کی کہ یہ فالج کا اثر ہے ۔ آپ کو بڑا صدمہ اور تکلیف ہوئی دوسرے دن آپ رح نے ارشاد فرمایا ۔ کہ میں نے آج رات خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا ہے کہ مجھ کو آپ صلعم کی زیارت ہوئی اور آپ صلعم نے داہنے ہاتھ پر دُعا پڑھی اور دم کیا ۔ اور فرمایا کہ حسین احمد تشویش کی کوئی بات نہیں ۔ ہم صرف تمہاری عیادت کے لئے آئے ہیں ۔ چنانچہ بفضلہٖ تعالےٰ تندرست ہو گئے ۔" رسالہ دار العلوم ۔ مئی ۱۹۵۷ء صفحہ ۳۵ ۔

حضرت شیخ الاسلام رح نشست و برخاست میں اور زندگی کے ہر پہلو اور شعبہ میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مقدس کے تابع رہتے ۔ اکثر مزاح بھی فرمایا کرتے تھے ۔ کبھی کبھی آپ چچا جان رح سے متوجہ ہو کر فرماتے ۔ کہ اپنی عینک لائیے میں اسے لگا لوں ۔ تاکہ طلبہ مجھ سے بھی ڈریں ۔ اس موقعہ پر میں حضرت شیخ الاسلام کا وہ مکتوب جو حضرت رح نے چچا جان رح کو نینی جیل الہ آباد سے تحریر فرمایا تھا ۔ نقل کر رہا ہوں ۔

"محترم المقام زید مجدکم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ ۔ ذکر کا یہ اثر نہایت امید افزا ہے کہ بے اختیار جاری ہونے لگا ۔ غیر مناسب مواقع پر خود بخود جاری ہونا اطمینان بخش

ہے۔ امام مالک رح کے نزدیک تو ذکر پاخانہ اور پیشاب وغیرہ کرتے ہوئے بھی جائز اور مستحسن ہے۔ ائمہ ثلاثہ اس کو مکروہ فرماتے ہیں۔ مگر ذکر غیر لسانی خواہ سانس سے ہو یا قلب سے۔ روح سے ہو یا سر سے یا خفی و اخفیٰ سے اس میں کسی کے نزدیک کوئی کراہت نہیں نماز میں خود بخود ہونے لگے تو مت روکئے بہر حال اس کو جاری ہونا چاہیئے۔ یہاں تک کہ سوتے وقت بھی جاری ہو جائے۔ اگرچہ سونے والے کو اس کا علم نہ ہو۔ مگر پاس کے جاگنے والے کو سانس کی کیفیت سے ذکر محسوس ہونے لگے۔ گریہ کا غلبہ ہونا نسبت چشتیہ کا ظہور ہے اللہ تعالٰے روز افزوں ترقی فرمائے۔ آمین

جو لمحہ اور سانس ذکر کے ساتھ گزرتا ہے وہی حقیقت میں زندگی کا لمحہ ہے باقی تو محض گفتگو ہے۔ الدنیا ملعونۃ وملعون ما فیھا الا ذکر اللہ وما والاہ (او کما قال) ذکر اسباق اور مجالس میں ہو تو اس سے بڑھ کر کیا بات ہوگی۔ دوہرہ

جب پیت بھئی تب لاج کہاں انسار ہنسے تو کیا ڈر ہے
دکھ درد پڑے تو کیا چنتا اور سکھ نہ رہے تو کیا ڈر ہے

عشق چوں خام است باشد بستۂ ناموس و ننگ
پختہ مغزان جنوں را کے حیا زنجیر پاست

اگر لوگ رنگ آمیزی کریں اور مذاق اڑائیں تو کیا پروا ہے۔ اس کا خیال بھی نہ کرنا چاہیئے۔ اللہ مبارک کرے جو واقعات خلاف طبع پیش آرہے ہیں۔ ان کی پرواہ بھی نہ کیجئے۔ اپنے کام سے کام رکھئے والسلام — ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

۴ ذیقعدہ ۱۳۷۱ھ — حیات اعزاز صفحہ ۳۰۳

اگر یہ خط پھیلایا جائے تو تصوف کی ایک جامع کتاب میں تبدیل ہو سکتا ہے۔ اہل ذوق حضرات جانتے ہیں۔ کہ جس ذکر پر حضرت شیخ الاسلام رح نے زور دیا ہے وہ "ذکر" ہے۔ "ذکر کا ذکر" نہیں اور یہی معراج ذکر ہے۔

میرے چچازاد بھائی جناب اعزاز الاسلام صاحب خلف اصغر حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب رح نے جو خط حضرت شیخ الاسلام کے وصال پر مجھ کو لکھا ہے۔ اس کے برمحل اور مناسب حصہ ذیل میں نقل کرتا ہوں۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رح کی وفات ہمارے لئے انتہائی تکلیف دہ ہے۔ اس وفات پر جس قدر صدمہ کیا جائے اور جس قدر نہ رویا جائے تھوڑا ہے۔ ممکن ہے کہ عالم دارالعلوم کو دوسرا مل جائے جو ان کی جگہ کو پُر کر دے لیکن ایسا روحانی انسان ملنا اب ہند و پاک میں مشکل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ قطب تھے جو ہمارے سامنے سے اوجھل ہو گئے۔ حضرت رح کا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر سنت پر پورا پورا عمل تھا۔ وفات سے دو روز پہلے کا واقعہ ہے کہ ایک طالب علم جو حضرت رح کے یہاں روحانی تعلیم حاصل کر رہے تھے اور تصوف و سلوک کے منازل طے کر رہے تھے۔ وہ حضرت رح کے یہاں باہر بیٹھے تھے کہ انہوں نے دو گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنی۔ کہ بہت تیزی سے آرہے ہیں۔ اچانک ایک سفید پوش انسان نے ان کی آنکھوں کو بند کیا اور کہا کہ اپنی آنکھیں بند کر لو۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ اور دوسرا گھوڑا زین کسا ہوا ساتھ ساتھ ہے۔ خالی ہے۔ طالب علم نے عرض کیا کہ یہ خالی گھوڑا کس کے لئے ہے۔ تو فرمایا کہ یہ خالی گھوڑا حسین احمد رح کے لئے ہے۔ میں حسین احمد رح کو لینے آیا ہوں خالی گھوڑے پر ایک انڈا رکھا ہوا تھا اس طالب علم نے سوال کیا کہ یہ انڈا کیسا ہے۔ فرمایا کہ یہ عالم محدثین (حدیث پڑھنے اور پڑھانے والوں کا ہے)۔ چنانچہ اس طالب علم نے انڈے کو بغور دیکھا تو اس کے اندر ایک وسیع میدان باغوں اور نہروں اور خوشنما باغات اور عمارت سے آراستہ تھا۔ پھر جب وہ خالی گھوڑا لے کر اندر لے گئے۔ تو جس سفید پوش انسان نے ان طالب علم کی آنکھوں کو بند کر رکھا تھا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں اور کہا کہ اب آنکھیں کھول دو۔ شام کے وقت سہارنپور کے ڈاکٹر۔ سول سرجن جمع ہوئے اور انہوں نے حضرت رح کا معائنہ کیا اور کہا کہ سائنس کے اصول سے مولانا حسین احمد صاحب رح کو ایک منٹ کے لئے بھی زندہ نہ رہنا چاہیئے۔ ان کی جسمانی طاقت بالکل ختم ہو چکی ہے۔ روحانی طاقت کا اعتقاد حضرت رح کو دیکھ کر ہم کو ہو رہا ہے کہ حضرت رح فقط اپنی روحانی طاقت سے زندہ ہیں۔ دوسرے روز کھانا کھا کر گھر کا ایک چکر لگایا۔ ہنستے رہے۔ بات کرتے رہے پھر اس کے بعد جا کر لیٹ گئے۔ انکے صاحبزادہ اسعد صاحب پاؤں دبانے لگے۔ داہنی کروٹ سے لیٹ گئے۔ اور اسی وقت روح نکل گئی۔ اور ذرا سی بدن میں حرکت تک نہ ہوئی۔ جب ڈھائی بجے اٹھایا گیا تو معلوم ہوا کہ روح نہیں ہے۔ میں بھی اتفاق سے اس وقت گھر پر حضرت کے موجود تھا۔ جسم بالکل نرم تھا۔ آنکھوں میں روشنی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بند کر لی ہیں۔ ذکر اللہ چونکہ ہر وقت کرتے رہتے تھے نیند کی حالت میں بھی ذکر جاری رہتا تھا۔ اس لئے سینہ ذکر اللہ کی طاقت کی وجہ سے وفات کے بعد کافی ابھرا ہوا تھا۔ اس وفات سے قریب قریب سب مسلمانوں کا شدید نقصان ہوا۔

غالباً ۱۹۴۶ء یا ۱۹۴۷ء کے بعد میں شدید قسم کا مسلم لیگی بن گیا تھا اور میں نہایت تاسف و شرمندگی کے ساتھ عرض کرتا ہوں۔ کہ اکثر دوران مباحثہ میں میرے منہ سے حضرت شیخ الاسلام رح کے سلسلہ میں نازیبا الفاظ نکل جاتے تھے۔ چونکہ حضرت رح کانگرس کے حامی تھے۔ حضرت رح کی وفات سے ۱۵-۲۰ دن پہلے مجھے وہ زمانہ یاد آیا اور فوراً ہی میں نے حضرت رح کو ایک خط لکھا۔ جس میں سب واقعات لکھ کر اظہار ندامت کیا اور معافی کی خواہش ظاہر کی۔ اور یہ بھی تحریر کر دیا کہ حضرت رح اس معاملہ میں جو سزا مجھے دیں۔ اس کے لئے میں تیار ہوں۔ لیکن مجھے براہ مہربانی معاف فرما دیں۔ کیونکہ اللہ تعالٰے کے ولی کو جو تکلیف دیتا ہے۔ اللہ تعالٰے کا اسکے خلاف اعلان جنگ ہے۔ حضرت رح کا خط مجھے ملا۔ جس میں حضرت رح نے مختصراً تحریر فرمایا تھا۔ کہ "میں نے آپ کو معاف کر دیا۔ آپ اللہ تعالٰے سے معافی مانگیں والسلام ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ"

"ننگ اسلاف"۔ اس پر ایک واقعہ یاد آگیا۔ یہاں سکھر میں ایک صاحب (نام ظاہر کرنا غیر مناسب ہے) نے ان الفاظ اطلاق حضرت رح پر مسخری انداز سے حضرت رح کا ایک سارٹیفکیٹ دیکھ کر (جس پر یہ لفظ تحریر تھے) کیا تھا۔ اور تحقیر آمیز جملہ استعمال کیا تھا وہ صاحب ایک پوزیشن کے مالک تھے اور چار پانچ ملازم بھی تھے اور معقول تنخواہ بھی تھی۔ آج نہ وہ ملازم ہیں اور نہ ہی انکی ملازمت ہے اور نہ ہی وہ عزت و توقیر سب کچھ ختم ہو گیا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ اگر انکے سابقہ ملازم کبھی ان کو راستہ میں مل جاتے ہیں تو انکے اوپر ہنسا کرتے...

شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنیؒ سے میری آخری ملاقات

از جناب حبیب اللہ صاحب گلگتوی (فاضل دیوبند)

مجھے وہ دن ہمیشہ یاد رہے گا۔ جس روز حضرت آقائی مولانا مدنیؒ سے میری آخری ملاقات ہوئی تھی۔ یہ حقیر دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوا تو حضرت استاذنا العلامہ مولانا محمد ابراہیم صاحب اور استاذی مولٰینا مہدی حسن صاحب صدر مفتی دارالعلوم دیوبند کے ایما اور مشورہ پر مالدہ ضلع (صوبہ بنگال) کے ایک مدرسہ میں تدریس کے سلسلہ میں چلا گیا۔ کچھ مدت رہنے کے بعد وہاں کی آب و ہوا موافق نہ آنے کی وجہ سے میری صحت گرنے لگی۔ تو واپس دیوبند حاضر ہوا۔ تاکہ حضرت مولاناؒ سے رخصت ہو کر اپنا گھر (گلگت) چلا جاؤں۔ چنانچہ ۵ر ذی الحجہ سنہ ۱۳۷۶ھ کو دیوبند حاضر ہوا۔ دوسرے روز حضرت مولانا مدنیؒ کی زیارت اور قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت والا کے ساتھ عصر کی نماز ادا کرکے جبکہ حضرت والا اپنی چھوٹی مسجد کے صحن میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ آگے بڑھ کر مصافحہ کیا حضرت والا نے انتہائی شفقت سے دریافت فرمایا۔ کہاں گیا تھا؟ اب کہاں سے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ مالدہ ضلع ایک مدرسہ میں تدریس کے سلسلہ میں گیا تھا۔ اب وہاں سے حاضر ہوا ہوں۔ (چونکہ ابتدائے سال تھا۔ مدرسہ چھوڑ کر آنا ذرا مناسب نہ تھا) اس لئے دریافت فرمایا کہ مدرسہ سے اس وقت کیوں آئے؟ تو میں نے عرض کی صحت خراب ہونے کی وجہ سے مدرسہ سے مستعفی ہو کر آیا ہوں۔ تاکہ گھر چلا جاؤں۔ حضرت والا کو جن حضرات نے قریب سے دیکھا ہے وہ جانتے ہیں۔ کہ حضرت جس سے گفتگو فرماتے ہیں۔ تو راستہ میں نظر فرماتے ہیں کہ آیا وہ شخص بھی ساتھ ہے؟ چنانچہ احقر مسجد سے جاتے ہوئے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ راستہ میں بھی کچھ پوچھتے رہے۔ حضرت والا عصر کی نماز کے بعد (جبکہ بخاری شریف شروع نہیں فرمائے ہوتے ہیں) تو اپنے بیٹھک کے سامنے صحن میں چارپائی پر تشریف فرما ہوتے ہیں۔ طلبہ اور دوسرے ملاقات کرنے والوں کے ساتھ گفتگو فرماتے رہتے ہیں۔ چنانچہ حقیر کو بھی حکم ہوا کہ سامنے چارپائی پر بیٹھ جاؤں۔ حسب ارشاد بیٹھ گیا۔ پھر دریافت فرماتے۔ کہ کیا کیا کتابیں تمہارے متعلق تھیں؟ اس کو بھی عرض کیا۔ تو پھر فرمانے لگے کہ اپنی جگہ کسی اور اُستاذ کو وہاں بھیجا ہے یا نہیں؟ عرض کیا کہ اب تک کسی کو بھیجا نہیں ہے۔ غرض یہ کہ مغرب تک اسی طرح وہاں کے حالات وغیرہ دریافت فرماتے رہے۔ حضرت مولاناؒ ہمیشہ نئے آنے والے مہمان کو کھانے کے لئے دسترخوان پر بلاتے ہیں اور خود بھی مہمانوں کے ہمراہ کھانا تناول فرماتے ہیں۔ مغرب کے بعد حقیر کو کھانے کے لئے فرمایا عرض کیا کہ میں اپنے ایک ساتھی کے ہاں ٹھہرا ہوا ہوں۔ وہاں کھانا کھا کر حاضر ہوا ہوں۔ پھر بھی کبھی تبرکاً حضرت کے دسترخوان پر شریک ہوتا تھا۔

حضرت والا کی طلبہ پر پدرانہ شفقت اور محبت بے انتہا ہوتی تھی۔ اگرچہ ظاہراً حضرت کے رعب اور جلال کی وجہ سے چہرہ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا دشوار ہوتا تھا اور غصہ کی سی حالت معلوم ہوتی تھی۔ مگر یہ غصہ نہیں تھا بلکہ رعب اور جلال تھا۔ بسا اوقات نائب ناظم تعلیمات طلبہ کی غیر حاضری۔ یا امتحان میں فیل ہونے کی وجہ سے کھانے بند کر دیتے تھے یا قانون کے ماتحت کسی کتاب میں ترقی نہیں ملتی تھی تو طلبہ درخواستیں لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ حضرت والا عموماً شفقت پدرانہ کی وجہ سے نائب ناظم کو حکم یا سفارش لکھ دیتے تھے کہ ان کو مقصد میں کامیاب کیا جائے۔ اور ساتھ ساتھ طالب علم کو بھی محنت کرنے اور غیر حاضر نہ ہونے کی نصیحت بھی فرما دیتے تھے اور کبھی کبھی ڈانٹ بھی دیتے تھے۔ یہ تو طلبہ کے ساتھ برتاؤ تھا۔ اسی طرح سے اُن ہندوستانی ٹھیٹھ دیہاتی جو تہذیب و تمدن اور آداب مجلس سے بالکل ناواقف ہوتے ہیں اور گفتگو کرنے کا طریقہ بھی نہیں جانتے ہیں۔ ان سے بھی انتہائی نرمی اور شفقت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ بسا اوقات حاضرین مجلس بھی بڑی شرمندگی محسوس کرتے تھے کہ آخر یہ دیہاتی کس طرح گفتگو کرتے ہیں؟ مگر ساتھ ساتھ اُن کی والہانہ محبت اور عقیدت کو بھی خوب جانتے تھے۔ کہ یہ لوگ دیہاتی ہیں۔ گفتگو کرنے کا طریقہ نہیں جانتے ہیں۔ مگر انتہائی عقیدت کی بنا پر بے تکلفانہ گفتگو کرتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ چند دیہاتی حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ ابھی ابھی جنگل سے چھوٹے ہیں۔ موٹے موٹے صافے۔ میلے میلے کپڑے لمبے لمبے ڈنڈے ساتھ لئے ہوئے۔ حضرت والا سے ایک صاحب ان میں سے وکیل ہو کر گفتگو کرنے لگا۔ مولبی جی! ہم نے تماری کئی مرتبہ دعوت کئی تھی۔ مگر تم (تم) نہیں آئے۔ اب کی مرتبہ (اس مرتبہ) تم کو ضرور آنا ہوگا۔ ہمارے ہاں۔ گھاں (گاؤں) میں سب تماری (تمہاری) انتظار کرتے ہیں۔ ورنہ سب تم سے ناراج ہو جائیں گے۔ چنانچہ حضرتؒ نے شفقت کے ساتھ تبسم آمیز لہجہ میں فرمایا کہ اچھا بھائی اب ہم تمہارے ہاں آجائیں گے۔ اور پھر سیکرٹری سے فرمایا کہ ڈائری میں تاریخ نوٹ کرو۔

حضرت والا درس میں بھی اور انعامی جلسوں کے موقعہ پر بھی طلبہ کو اسباق میں حاضری محنت و مشقت کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ کسی طالب علم نے اچھے نمبر حاصل کئے یا کسی کتاب میں خصوصی انعام حاصل کیا تو اوروں کو غیرت دلایا کرتے تھے کہ دیکھو اُس نے کیسا بہترین انعام حاصل کیا اور تم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ تمہیں شرم آنی چاہیئے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے جو میرے ساتھ پیش آیا ہے۔ جس کو میں کبھی بھی نہیں بھول سکتا۔ مدرسہ میں قانون بنا کر سال بھر میں (سوائے تعطیل کے ایام کے جو طالب العلم ایک گھنٹہ بھی غیر حاضر نہ رہا ہو۔ اس کو سال بھر کی حاضری کی وجہ سے خصوصی انعام

دیا جائے گا۔ چنانچہ حاضری کی رجسٹروں میں پڑتال کے بعد پانچ طلبہ ایسے نکلے جو سال بھر حاضر رہے تھے۔ ان میں اتفاق سے ایک احقر بھی تھا۔ دارالعلوم کے عالیشان دارالحدیث میں۔ سالانہ انعامی اجلاس منعقد کیا گیا ہے۔ دارالحدیث طلبہ سے کھچا کھچ بھرا ہوا ہے۔ حضرت والا نے خطبہ کے بعد ان پانچوں طلبہ کا نام لیا۔ کچھ تعریفی جملہ فرمانے کے بعد طلبہ کو ترغیب دلائی اور غیرت بھی دلائی اور اپنے دستِ مبارک سے پانچوں طلبہ کو دیوان حماسہ کا ایک ایک نسخہ عنایت فرمایا۔ غرض یہ کہ حضرت والا کی کوشش رہتی تھی کہ طلبہ اپنے اسباق میں حاضر ہوتے رہیں۔ اور خوب محنت سے پڑھیں۔

خیر موضوع بدل گیا۔ دارالعلوم میں اپنے دس سالہ زندگی میں ہزار واقعات ذکر کے قابل ہیں۔ مگر اس وقت مجھے اپنی آخری ملاقات کے بارہ میں کچھ عرض کرنا ہے۔

تو یہ حقیر ۵ ر ذی الحجہ ۷۶ھ کو بالدہ سے دارالعلوم حاضر ہوا تھا۔ تقریباً ایک مہینہ دارالعلوم میں رہا۔ روزانہ صبح و شام حضرت والا کے دربار میں حاضر رہتا تھا۔ کچھ عوارض کی بنا پر مجھے پاکستان جانے کی اجازت نہیں ملتی تھی۔ اس لئے حکومت سے بہت کوشش کرتا رہا۔ آخر تنگ آ گیا۔ فارغ شدہ حضرات جانتے ہیں کہ طالب علم کو فراغت کے بعد مزید رہنا دشوار ہو جاتا ہے۔ گھنٹہ دن کے برابر اور دن مہینہ کے برابر ہونے لگتا ہے۔ غرض یہ کہ مجھے بھی یہی کیفیت رہی۔ بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ آخر ایک دن بیٹھے بیٹھے خیال آیا کہ حضرت والا سے دعا کے لئے کیوں نہ درخواست کروں۔ چنانچہ ظہر کے نماز کے بعد (جبکہ حضرت والا ہمیشہ بیٹھک میں تشریف رکھتے ہیں۔ طلبہ اور دیگر حضرات درخواستیں دیتے ہیں۔ ان کو ملاحظہ فرماتے ہیں اور آئے ہوئے خطوط کو دیکھتے ہیں) میں نے درخواست پیش کر دی۔ حضرت نے پڑھ کر فرمایا اچھا بھائی میں دعا کرتا ہوں۔ چنانچہ اور درخواستوں سے فارغ ہو کر دعا فرمائی۔ اس کے تیسرے یا چوتھے روز مجھے اجازت مل گئی۔ اور میں حضرت والا اور دارالعلوم سے رخصت ہوا۔ رخصتی کے روز آخری ملاقات اور قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا۔ تو حضرت والا عصر کی نماز سے فارغ ہو کر آ رہے تھے اور درس بخاری کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ حضرت والا سے بالمشافہ گفتگو کرنا ہر ایک کی بس کی بات نہیں ہے۔ درخواست دینی پڑتی ہے اور درخواست بھی ہر وقت دینا نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ بعض مخصوص اوقات میں درخواست وغیرہ پیش کرنا ہوتا ہے جھکتے ہوئے راستہ میں درخواست پیش کر دی۔ تو فوراً متوجہ ہوئے۔ میں نے عرض کیا کہ اب جا رہا ہوں۔ رخصت ہونے کے لئے آیا ہوں۔ حضرت والا نے مصافحہ فرمایا۔ اور دعا بھی کی۔ خدا اور رسول کے احکام کی پابندی اور سُنّتِ نبویہؐ پر چلنے کی نصیحت کی یہ ۲۳ محرم ۷۷ھ کی تاریخ تھی۔ یہ میری آخری ملاقات تھی اور کسے معلوم تھا کہ یہ آخری ملاقات ہے؟ اپنی امید یہ تھی کہ پھر کبھی خدا نے چاہا تو ملاقات ہوگی۔ مگر خداوند تعالیٰ کو منظور نہیں تھا کہ حضرت والا سے پھر زندگی میں دوبارہ ملاقات نصیب ہو

حضرت والا سے رخصت ہو کر اپنے وطن مالوف گلگت پہنچا۔ گھر آ کر بھی حضرت کی یاد ستاتی تھی۔ لیکن یہ کسے معلوم تھا کہ ایک روز جلد تر ایسا بھی آنے والا ہے۔ کہ اس کے بعد ہمیشہ کے لئے حضرت والا ہم سے جُدا ہو رہے ہیں۔ اور ہم لوگوں کو داغ مفارقت دے کر جا رہے ہیں۔

رخصت ہونے کے پورے تین مہینے ۱۹ روز کے بعد ۱۳ ر جمادی الاوّل ۷۷ھ کو جمعہ کی نماز کے بعد بیٹھا تھا۔ کہ ایک صاحب نے کہا کہ ریڈیو کی خبر ہے کہ کل جمعرات کو شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رح کا انتقال ہو گیا ہے اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط یہ انتہائی رنج و الم دینے والی خبر سُننے کے بعد ہوش و حواس باقی نہیں رہے۔ پیروں تلے مٹی نکل گئی۔ رنج و الم کا پہاڑ سر پر گرا۔ اس دن کے رنج کا احساس ہر ایک کو نہیں ہوگا۔ جو لوگ حضرت والا سے وابستہ رہے ہیں۔ یا جنھوں نے حضرت والا کو قریب سے دیکھا ہے۔ وہ اچھی طرح واقف ہیں کہ وہ لوگ کس مصیبت سے دو چار ہو رہے ہیں۔ اور کتنی تکلیف ہو رہی ہے۔ میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن کے ذریعہ اس رنج و الم کا اظہار کر سکوں۔ ہم لوگ ایک ایسی ذات با برکت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو رہے ہیں۔ جن کی مثال آئندہ دُنیا پیش نہیں کر سکتی۔ عالمِ اسلام خصوصاً دارالعلوم دیوبند کے لئے ایک ایسا نقصان پہنچا ہے۔ کہ جس کی تلافی نا ممکن ہے۔ آج دارالعلوم اور فرزندان دارالعلوم اپنے روحانی باپ کے سایہ سر سے اُٹھنے کی وجہ سے یتیم ہو گئے ہیں۔ خداوند تعالیٰ ہم سب پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرماویں اور حضرت والا کو اعلےٰ علیین میں جگہ عنایت فرمائے۔ آمین ثم آمین

اس حقیر نے دوسرے روز مقامی علماء کو جمع کرکے قرآن پاک کا ختم کرا کر ثواب مولانا رح کی روح کو بخشا۔ اور ہمارے اُستاذ محترم حضرت مولینا عبدالرزاق صاحب خطیب و قاضی گلگت کی تحریک پر جامع مسجد گلگت میں عشا کی نماز کے بعد اجتماع ہوا۔ جس میں احقر نے مولانا رح کی مذہبی اور سیاسی خدمات تھوڑی دیر بیان کیں اور حاضرین نے کلمہ طیبہ شریف کا دو لاکھ مرتبہ ختم کرکے ثواب مولانا کی روح کو بخشا۔ اللّٰہ تعالےٰ اس کا ثواب مولانا مدنی رح کی روح کو پہنچائے اور مولانا رح کے درجات بلند فرمائیں۔

آمین ثم آمین

عہدِ انگلشیہ میں حضرت شیخ الہند دوبار سرزمین جھنگ میں

از جناب میاں سراج الدین کھوکھر نزد مسجد میاں وار جھنگ شہر

شیخ الاسلام جامع المعقول والمنقول افضل الفضلاء شیخ الحدیث ماہر العلوم العقلیہ والنقلیہ مولانا السید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ صدر جمعیۃ العلماء ہند و مدرسۃ العلوم دیوبند دوبار سرزمین جھنگ میں بسلسلۂ تبلیغ حق خالص اسلامی کانفرنس حنفیہ رونق افروز ہوئے اور خفتہ بخت طبقۂ احناف کو اپنے خداداد علم و فضل اور علمی تبحر کے جامع و لاجواب درس قرآن حکیم و احادیث نبویہ کے لطائف جواہرات بکھیرے۔ نکات علمیہ کے اذکار سے مالا مال فرمایا۔ ہزارہا ہر مذہب و ملت کے معزز ترین افراد و عوام نے جھنگ سے ۹ میل کے فاصلہ قصبہ شیخ چوہڑ میں لگاتار تین یوم موٹروں۔ بسوں۔ لاریوں تانگوں۔ سائیکلوں۔ شتروں۔ گھوڑوں اور پیدل چلنے والوں نے رات دن سینکڑوں گروہ در گروہ ہو ہو کر آپ کی زیارت اقدس اور مدنی پند و نصائح بھری علمی ادبی تقریروں سے دل کی پیاسیں بجھائیں۔ ہر قسم کے ہزارہا لوگ عش عش کرتے واپس لوٹتے اور دنیا کے کامل ترین عالم ربانی فقیہہ یگانہ قطب الاقطاب کے علم الٰہیات کی دادیں دیتے خوش خوش گھر آئے۔ اور مہینوں تک آپ کے حقیقت بھرے مواعظ حسنہ کے ہر حرف کو کمال عقیدت سے قابل صد احترام سمجھتے اور روحانی غذا گردانتے رہے ؎

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت با ریاء

آپ واقعی علوم و معارف کے بحر عمیق علامۂ زماں امام دوراں شمس عارفاں مفسر بے مثل اور محدث لاثانی تھے۔ سبحان اللہ ایسے نفوس قدسیہ خطۂ دیوبند کے سوا ہندوستان و پاکستان کے کسی حصہ کو نصیب نہ ہوئے۔

کیوں نہ ہو۔ اس خطۂ پاک (دیوبند) پر جب حضرت مجدد الف ثانیؒ و حضرت شاہ اسمٰعیلؒ نے چند لمحات مجاہدہ فرمایا۔ تو انہیں علوم حقہ کی خوشبو آئی۔ بلکہ میں تو کہوں گا کہ

"یہ عجائبات دیوبند ہیں"

کہ

دنیا کے بلند پایہ علمائے امت و اولیائے عظام علی الترتیب وصال فرما رہے ہیں۔

اے ارض پاک دیوبند تو بھی رو اور نہ صرف ہم پاکستانی اس عالم ربانی کی یاد میں روئیں۔ بلکہ تمام عالم اسلام اور پاک و ہند کا طول و عرض اس کامل ترین انسان کی وفات حسرت آیات میں خون کے آنسو بہا رہا ہے۔ کوئی گاؤں۔ کوئی قصبہ۔ کوئی شہر۔ کوئی گلی و کوچہ اور کوئی ایسی مسجد نہ تھی جس میں آپ کے فضائل و کمالات بیان نہ کئے گئے ہوں اور سینکڑوں کی تعداد میں اللہ کی کلام فرقان حمید کے ختم آپ کی بے مثل ذات با برکات کو ایصال ثواب کی نیت سے نوازا گیا

آپ ایک طرف مذہبی رہنما۔ تو دوسری جانب سیاست حقہ کے دینی بادشاہ تھے۔ اور اسرارِ طریقت۔ زہد و ورع۔ الغرض جمیع اوصاف عارضیہ کے مالک تھے۔ آپ شیریں کلام۔ کلام عرب و علوم مروجہ کے فاضل اکمل و منطق و حکمت از شرح قرآن المسعدین اور مقدمات نقلی و عقلی میں متکلمین سلف کی جائز و صحیح نشانی تھے۔ زبان کی فصاحت سے خاص عربی

ص۱۴

ص۱۴ معلوم ہوتے تھے۔ جب قرآن خوانی فرماتے تو معلوم ہوتا کہ "قطب ربانی محبوب خدا" خدا تعالیٰ سے دُو بدُو خشوع و خضوع کے ساتھ تکلم فرما رہے ہیں۔ اس کامل الایمان ہستی کی کن کن نکات علمیہ کا تذکرہ کیا جائے۔ آپ کلام الٰہی۔ احادیث۔

آثار روایات مرفوعہ سے صراط مستقیم کی شاہراہیں کھول دیتے۔ آپ اصول و کلیات کی تشریحات و رجال کے فاضل اکمل و معلم اعظم تھے۔

دنیا کی کوئی کتاب ایسی نہ تھی جو آپ کے مطالعہ میں نہ آئی ہو۔ آپ مسلم الثبوت مورخ اور ہزارہا پرانی کتابوں کی تحقیق میں مہارت تامہ رکھتے جن کے حوالہ جات سن سن کر علماء و فضلاء حیران و ششدر رہ جاتے۔ انگریزی۔ فارسی۔ سنسکرت کتب کی روایات قدیمہ پر کامل عبور تھا۔ قوموں کے گوت۔ ذات پات وغیرہ کی اصلیت اور ان کے اصول طرز معاشی و تمدنی سے واقفیت تامہ رکھتے۔ اور ایسے اسباق فرمایا کرتے جو سالہاسال کی ورق گردانی سے بھی میسر نہ آتے ہوں۔ الغرض وہ مرد کامل ہر میدان کا ممتاز ترین کامل انسان تھا۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے حضرت کی روح پر فتوح کو ثواب پہنچائے۔ اور دارالعلوم دیوبند اور دیگر اداروں کو جو آپ کے کمالات سے مستفیض ہوتے تھے۔ ان کو آپ کا جائز جانشین نصیب ہو اور آپ کے صاحبزادہ مولانا السید اسعد دامت برکاتہم و علامۃ العصر مولانا علامہ قاری محمد طیب صاحب ناظم دارالعلوم دیوبند و طلبا دیوبند کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین

ضلع جھنگ کی ۹۹ فی صدی سنی آبادی آپ کی معتقد ہے اور مذہبی حیثیت سے ادارہ دیوبند سے پوری عقیدت رکھتی ہے۔

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

(۱) لودھراں ضلع ملتان میں میاں محمد علی صاحب خادم خازن ختم نبوت

(۲) بہاولپور میں میاں سعید احمد صاحب معرفت منشی اللہ دیوایا صاحب محلہ ٹھٹیکاں اسلام پورہ

سے حاصل کریں۔

بقیہ شیخ الاسلامؒ کی سیاسی زندگی صفحہ ۱۲ سے آگے

اور اسے عالم اسلام کی آزادی بلکہ خود اسلام کی بقا کے لئے ضروری سمجھتی تھی، چنانچہ اس مقصد کے لئے حضرت شیخ الہند خود حجاز تشریف لے گئے اور اپنے ایک عزیز شاگرد مولانا عبید اللہ سندھی کو کابل بھیجا ارادہ یہ تھا کہ حجاز میں رہ کر ترکوں کی مدد سے کابل کے محاذ کو مضبوط کیا جائے۔ اور ادھر ہندوستان میں انگریز قوت پر دباؤ پڑے تا کہ ترکوں کو کچھ آسانی ہو جائے لیکن زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ شریف حسین اور اس کے بیٹے انگریزوں سے مل گئے حجاز میں ترکوں کے خلاف بغاوت ہو گئی اور انگریز جنرل ایلن بی نے فلسطین اور شام پر پیش قدمی کر دی۔

شریف حسین نے حجاز کا "آزاد" حکمران بنتے ہی حضرت شیخ الہندؒ کو گرفتار کر کے انگریزوں کے حوالے کر دیا، جنہوں نے انہیں اور مولانا حسین احمد مدنیؒ کو مالٹا بھیج دیا، جنگ کا باقی زمانہ ان دونوں بزرگوں کا مالٹا میں گذرا۔ جہاں انہیں بڑی سخت تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں، جن کی وجہ سے حضرت شیخ الہندؒ کی صحت بالکل خراب ہو گئی۔

جنگ کے بعد جب دونوں "اسیران مالٹا" رہا ہو کر وطن لوٹے تو یہاں خلافت اور ترک موالات کی تحریک شروع ہو چکی تھی، چنانچہ اپنے نامور استاد کے ساتھ ساتھ مولانا حسین احمد صاحب بھی اس میں شریک ہو گئے حضرت شیخ الہند کی زندگی نے تو زیادہ دفا نہ کی اور وہ ایک سال کے اندر ہی مالٹا کے زمانہ اسیری کے عوارض کی نذر ہو گئے۔ لیکن مولانا حسین احمد صاحبؒ نے اپنی یہ جد و جہد جاری رکھی، ۱۹۲۱ء میں اسی کراچی کے خالق دینا ہال میں مولانا مرحوم پر بغاوت کا مقدمہ چلایا گیا، جس میں ان کے علاوہ مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی، ڈاکٹر سیف الدین کچلو وغیرہ بھی ماخوذ تھے، اور انہیں تین سال کی قید سخت کی سزا دی گئی۔

قید کاٹنے کے بعد مولاناؒ درس تدریس میں لگ گئے اور انہوں نے باقی ساری زندگی اسی نیک کام میں گذار دی لیکن اس کے ساتھ ساتھ انگریز کے خلاف اس طویل عرصے میں جو بھی جد و جہد ہوئی وہ اس میں برابر شریک ہوتے رہے اور ایک سے زیادہ بار جیل گئے اور کبر سنی کے باوجود جیل کی تمام تکلیفیں خندہ پیشانی سے جھیلیں۔ اس برصغیر میں مولانا مرحوم کے مریدوں شاگردوں، نیاز مندوں اور معتقدین کی جتنی بڑی تعداد ہے۔ شاید ہی اس دور میں کسی اور عالم دین اور صاحب تدریس بزرگ کی ہوگی۔ اور ان کو اپنے مرحوم استاد اور مرشد سے جس طرح پر خلوص اور گہری عقیدت ہے، شاید ہی کسی کو حاصل ہو گی۔ اور یہ سب صلہ ہے مولانا مرحوم کے خلوص نیت للّٰہیت اور لوجہ اللہ دین اور اسلام کی خدمت کرنے اور پوری زندگی کا حل تقویٰ اور نیکی میں گذارنے کا۔ ہماری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ حضرت مولانا مرحوم کو علیین میں جگہ دے۔ اور انہیں اس آیت کریمہ کا مصداق بنائے۔

یَا لَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَ جَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ۔

بقیہ شیخ الاسلامؒ کے آخری لمحات صفحہ ۱۱ سے آگے

جسد خاکی کو چھوڑ کر اپنے مولا کی آغوش رحمت میں چلی گئی۔ ایسی نیند سوئے پھر نہ اُٹھ سکے۔

حضرت شیخ کے انتقال پُر ملال کی خبر ہندوستان کے تمام ریڈیو اسٹیشنوں نے نشر کی۔ بالخصوص آل انڈیا ریڈیو نے سب زبانوں میں نشر کی اور ہندوستان کی حکومت کے وزراء۔ بھارت کے لیڈروں نے اظہار افسوس کیا۔

پاکستان میں

بالخصوص مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ صدر انجمن خدام الدین لاہور نے ایک حادثہ عظیم قرار دیا اور گہرے رنج و الم کا اظہار کیا۔ اور یہ غم نہ بھولنے والا کہا۔

حضرت امیر شریعت مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری صدر ختم نبوت پاکستان نے کہا کہ صدیوں ایسی ہستی پیدا ہونی نا ممکن ہے۔

جمعیۃ العلمائے اسلام کی تمام تر شاخوں نے ایصال ثواب کے ختم کلام پاک کئے۔ پاکستان کے تمام مذہبی تجارتی و پرائیویٹ اداروں نے تعزیتی اجلاس منعقد کئے۔

چھ دسمبر کو ختم قرآن شریف کے بعد دار العلوم دیوبند کے طلباء کا ایک تعزیتی جلسہ ہوا۔

وُہ حسین احمدؒ ہمارا پیشوا

وُہ حسین احمدؒ مسلمانوں کی جاں
دُکھ اُٹھائے جس نے ملت کیلئے
جس نے بہر قوم جھیلی سختیاں
رو رہا ہے آج ہر پیر و جواں
لُٹ گیا سرمایۂ اسلامیاں

(حافظ سہارنپوری)

نعت رسولؐ

جناب احمد سعید صاحب انصاری بلند شہری اوکاڑہ

سدا ہو زباں پر محمدؐ محمدؐ،
کہ ہیں سب سے بہتر محمدؐ محمدؐ
اُٹھوں حشر کے روز میں اس طرح سے
کہ ہو میرے لب پر محمدؐ محمدؐ
نکیرین پوچھیں گے اُمت ہو کس کی
کہوں گا مچل کر محمدؐ محمدؐ
شفاعت میں تاخیر جس وقت ہوگی
کہیں گے پیمبر محمدؐ محمدؐ

بقیہ: امیر سے بکھرے ہوئے تاثرات صفحہ ۲ سے آگے

سُن کر بڑی مسرّت محسوس کرتا ہے

بابا رشتہ سب سے توڑ
بابا رشتہ حق سے جوڑ

باوثوق اور معتمد ذرائع سے مجھے معلوم ہوا تھا۔ کہ حضرت رح رات کے بارہ بجے جب دارالحدیث سے فارغ ہوتے ہیں۔ تو صرف دو گھنٹے آرام فرما کر تہجد کی نماز کے واسطے اٹھ کر اپنے خاص انداز سے عبادت خداوندی میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

میں نے اپنے دوران تلمذ میں حضرت شیخ مرحوم کو داڑھی منڈوں اور جماعت اسلامی سے بے حد متنفر دیکھا۔ اگرچہ میں اپنی کم ظرفی اور کوتاہ بینی کی وجہ سے جماعت اسلامی کی مخالفت کی وجہ صحیح معنوں میں نہیں سمجھ سکا۔ ایک دفعہ تو اُن کو جلال میں آکر یہاں تک کہتے ہوئے سُنا۔ کہ اگر کسی کو جہنم میں جانے کی خواہش ہے۔ تو جماعت اسلامی کا ساتھ دے۔ یہ مسئلہ میرے اس موضوع کا جز نہیں۔ ورنہ میں اس پر بھی کافی روشنی ڈالتا۔ اور شیخ العرب والعجم رح کا ان سے مکمل رویہ ناظرین کے سامنے رکھ دیتا۔ مگر موضوع ہذا اور ضیق وقت اس کی اجازت نہیں دیتا۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضرت مرحوم نے ملک و ملّت، وطن اور مذہب کی جو مجدّدانہ اور فیاضانہ خدمت کی ہے۔ اور مختلف جگہوں کو علوم ظاہری اور باطنی کی شمع جلانے سے روشن کیا ہے۔ وہ سب اُن ہی کا حصّہ ہے۔ تاجدارِ مدینہ محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰؐ کے مزار اقدس کے پاس مسجد نبویؐ میں درس حدیث دینا بھی ان کے معمولات خاصہ کا ایک بے نظیر اور بے مثال عمل تھا۔ اللہ تعالیٰ اُسے قبول فرمائے۔ آمین۔

مجھے اگرچہ علم سے کوئی خاص نسبت نہیں۔ اور نہ دین کی پابندی اور مذہب سے لگاؤ ہے۔ لیکن پھر بھی ان جیسے حضرات کو اکابر کہنا ایک نعمت عظمیٰ سمجھتا ہوں۔ سچ پوچھو تو اکبر الہ آبادی صاحب رح کے اس شعر کا بہت ہی معتقد ہوں۔

نہ کتابوں سے نہ کالج سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

آج جب کہ شریعت کو ایسے عالم اور طریقت کو ایسے مرشد اور سیاست کو ایسے مجاہد اور ملک وطن کو ایسے خادم کی ضرورت تھی۔ تو ایسے نازک وقت میں ہم سے حضرت شیخ العرب والعجم رح کا سایہ اٹھ گیا۔ اور اپنی ممتاز صفتوں سے اپنی یاد رہتی دنیا تک چھوڑ گئے۔ اور اپنی دلی تمنا پوری کر کے اپنے اُستاد اور مرشد حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رح کے قریب لیٹ گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ٥

میں حضرت مرحوم کے تمام تلامذہ اور مریدین، معتقدین اور منتسبین سے درخواست کرتا ہوں، کہ وہ اُن کو کسی وقت بھی اپنی دُعاؤں میں فراموش نہ کریں، اور ہر نماز کے بعد بارگاہ خداوندی میں ان کے لیے درجاتِ عالیہ کی دعائیں کرتے رہیں، اور اُن کے نقش قدم پر پوری طرح چلنے کی کوشش کریں۔ اور اُن کی بلند سیرت اور عظیم المرتبہ کردار و گفتار نشست و برخاست کے ہر پہلو کو اپنانے کی کوشش کریں۔ تاکہ اُن کی روح خوشی اور مسرت سے کسی وقت بھی محروم نہ ہو ٥

نمبر 60/47
رجسٹرڈ ایل
قیمت ۲ر

منظور شدہ محکمہ تعلیم
۱- لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۱۶۳۲۱/۶ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء

ایڈیٹر
عبدالمنان جہان

۲- پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۷۳۰ T.B.C ۲۴۸۱ مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۹۵۶ء

بدل اشتراک
سالانہ ۵ روپے
ششماہی ۳ روپے

پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ سے شائع کیا۔